اِصلاحیات

اس مجموعہ میں سات مضامین اور پانچ تقریریں شامل ہیں، ان مضامین اور تقریروں میں سیرت نبویؐ، ایمان و عقیدہ اور عام انسانی مسائل پر بحث کی گئی ہے اور نئے طرز سے سوچنے اور نئے طریقہ پر کوشش کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

مولانا سیّد ابو الحسن علی حسنی ندوی رحؒ

ناشر

مکتبہ اسلام ۲/۱۷۱ ۵۲ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق محفوظ

بار سوم

۱۴۲۴ھ ـــــــــ ۲۰۰۴ء

نام کتاب:..... اصلاحیات

تالیف:.....حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

صفحات:.....۱۷۶

کمپوزنگ:..... حامد خوشنویس (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ)

تعداد اشاعت:..... ایک ہزار

طباعت:.....کاکوری آفسٹ پریس، لکھنؤ

قیمت:..... Rs 40/-

ناشر

مکتبہ اسلام ۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	تعارف	۴
۲	روشنی کا مینار	۶
۳	مرد خدا یقین	۱۷
۴	نیا خون	۳۶
۵	مذہب یا تہذیب	۵۱
۶	یہ اخلاقی گراوٹ کیوں	۶۳
۷	اپنے سماج کی جلد خبر لیجیے	۷۸
۸	آنکھوں کی سوئیاں	۹۳
۹	دنیا کی سالگرہ	۱۰۶
۱۰	مسلمانوں پر ایک نظر، قلب پر تین اثر	۱۱۳
۱۱	صورت وحقیقت	۱۲۵
۱۲	انسان کی تلاش	۱۴۱
۱۳	دنیا کی فلاح اور انسان کا کردار	۱۶۱

www.abulhasanalinadwi.org

تعارف

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

صدیق محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اب سے چند سال پہلے مختلف موضوعات پر چند اہم مضامین لکھے تھے جو پندرہ روزہ دینی رسالہ "تعمیر" میں (جو اب بند ہو چکا ہے) شائع ہوئے تھے پھر مضامین کو ان کی خاص اہمیت اور افادیت کے پیش نظر الگ الگ کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا گیا تھا الحمدللہ ان کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور ہمارا اندازہ ہے کہ ناظرین کو ان سے بہت نفع ہوا۔

اب مولانا موصوف کے بعض اہم مضامین اور مخصوص تقریروں کا ایک مجموعہ اس کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے، اس میں سات مضامین اور پانچ تقریریں ہیں مضامین کے عنوانات یہ ہیں (۱) روشنی کا مینار (۲) مردِ خدا کا یقین (۳) نیا خون (۴) مذہب یا تہذیب (۵) یہ اخلاقی گراوٹ کیوں (۶) ہندوستانی سماج کی خبر لیجئے (۷) آنکھوں کی سوئیاں۔ ان مضامین کے بعد جو پانچ تقریریں ہیں ان کے عنوانات یہ ہیں (۱) دنیا کی سالگرہ (۲) مسلمانوں پر ایک نظر اور قلب پر تین اثر (۳) صورت و حقیقت (۴) انسان کی تلاش (۵) دنیا کی فلاح اور انسان کا کردار، ان میں پہلی تقریر سیرت نبویؐ

www.abulhasanalinadwi.org

کے موضوع پر ہے جو ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی گئی تھی۔ دوسری تقریر اب سے قریباً پچیس سال پہلے عید کے موقع پر مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع میں کی گئی تھی۔ تیسری لکھنؤ کے ایک بڑے تبلیغی اجتماع کی تقریر ہے اور چوتھی تقریر لکھنؤ ہی کے ایک عظیم الشان مخلوط اجتماع میں کی گئی تھی جس میں ہندو، مسلمان، سکھ اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی سنجیدگی کے ساتھ شریک ہوئے تھے جس کا نمونہ آنکھوں نے بہت کم دیکھا ہوگا۔[1] مضمونوں اور تقریروں کے یہ صرف عنوانات لکھ دیئے گئے ہیں لیکن ان عنوانات کے تحت میں کیا لکھا اور کہا گیا ہے اس کو ناظرین آئندہ اوراق میں خود ملاحظہ فرمائیں اور جو پیغام دیا گیا ہے اس کو دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔

ناچیز

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ

---

[1] پانچویں تقریر ایک منتخب مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

روشنی کا مینار

۱

اس امت کا وجود دنیا کے ہر گوشہ
میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے
علاوہ ایک بالکل دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان
تھا، اس کا ہر فرد پیدا ہو کر اور مر کر بھی اس حقیقت کا
اعلان کرتا تھا کہ دنیا کی طاقتوں سے بڑی ایک
دوسری طاقت ہے اور اس زندگی سے زیادہ
حقیقی دوسری زندگی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

روشنی کا مینار

ذرا چودہ سو برس پہلے کی دنیا پر نظر ڈالئے، اونچی اونچی عمارتوں، سونے چاندی کے ڈھیروں اور زرق برق لباسوں کو چھوڑ دیجئے، یہ تو آپ کو پرانی تصویروں کے مرقع اور مردہ عجائب خانہ میں بھی نظر آجائیں گے، یہ دیکھئے کہ انسانیت بھی کبھی جیتی اور جاگتی تھی، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھر کر دیکھ لیجئے اور سانس روک کر آہٹ لیجئے کہیں اس کی نبض چلتی ہوئی اور اس کا دل دھڑکتا ہوا معلوم ہوتا ہے، زندگی کے سمندر میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھائے جارہی تھی انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے، سور اور بھیڑیئے بکریوں اور بھیڑوں کو پھاڑے کھارہے تھے، بدی نیکی پر، رذالت شرافت پر، خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے، لیکن اس صورت حال کے خلاف اتنی لمبی چوڑی زمین پر کہیں احتجاج نہ تھا انسانیت کی چوڑی پیشانی پر غصہ کی کوئی شکن نظر نہیں آتی تھی، ساری دنیا نیلام کی ایک منڈی بن چکی تھی، بادشاہ وزیر، امیر وغریب، اس منڈی میں سب کے دام لگ رہے تھے اور سب کوڑیوں میں بک رہے تھے، کوئی ایسا بھی نہ تھا جس کا جوہر انسانیت خریداروں کے حوصلہ سے بلند ہو اور جو پکار کر کہے کہ یہ ساری فضا میری ایک اڑان کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے کافی نہیں، یہ ساری دنیا اور یہ پوری زندگی میرے حوصلہ سے کم تھی اس لئے ایک دوسری ابدی زندگی میرے لئے پیدا کی گئی، میں اس فانی زندگی اور اس محدود دنیا کی ایک چھوٹی سے کسر پر اپنی روح کو کس طرح فروخت کرسکتا ہوں؟ قوموں اور ملکوں کے اور ان سے گزر کر قبیلوں اور برادریوں کے اور ان سے آگے بڑھ کر کنبوں اور گھرانوں کے چھوٹے چھوٹے گھروندے بن گئے تھے اور بڑے بڑے بلند ہمت انسان جن کو اپنی سرفرازی و سربلندی کے بڑے اونچے دعوے تھے، بالشتیوں کی طرح ان گھروندوں میں رہنے کے عادی بن چکے تھے، کسی کو ان میں تنگی اور گھٹن محسوس نہیں ہوتی تھی اور کسی میں اس سے زیادہ وسیع دنیا اور اس سے وسیع تر انسانیت کا تصور باقی نہیں رہا تھا، زندگی ساری سود و سودا اور مکر و فن میں گھر کر رہ گئی تھی، انسانیت ایک سرد لاشہ تھا، جس میں کہیں روح کی تپش دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی، انسانیت کی سطح پر خودرو جنگل اگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے یا دلدلیں تھیں، جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں، اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور، ہر طرح کا شکاری پرندہ اور ان دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا، جو آدمی تھے وہ غاروں کے اندر، پہاڑوں کے اوپر اور خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی خلوتوں میں چھپے ہوئے تھے اور اپنی خیر منا رہے تھے یا زندگی میں رہتے ہوئے زندگی سے آنکھیں بند کر کے فلسفہ سے اپنا دل بہلا رہے تھے یا شاعری سے اپنا غم غلط کر رہے تھے اور زندگی کے میدان میں کوئی مرد میدان نہ تھا۔

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی، جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے محسوس ہوئے، قدیم سیرت نگار اس کو اپنی زبان خاص میں یوں بیان کرتے ہیں کہ "کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کنگرے گرے اور آتش پارس ایک دم سے بجھ گئی" زمانہ حال کا مؤرخ اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا، اس کی اس ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے ان میں زلزلہ آیا، مکڑی کا ہر جالا ٹوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلہ بکھرتا نظر آیا، زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارت اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبر کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہوگا؟ زندگی کا یہ گرم خون جو انسانیت کے سرد جسم میں دوڑا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا واقعہ ہے، جو متمدن دنیا کے قلب مکہ معظمہ میں پیش آیا، آپؐ نے دنیا کو جو پیغام دیا اس کے مختصر الفاظ زندگی کی تمام وسعتوں پر حاوی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ انسانی زندگی کی جڑیں اور اس کے جھوٹے قصر زندگی کی بنیادیں کبھی اس زور سے نہیں ہلائی گئیں جیسی اس پیغام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلان سے ہلائی گئیں، اور دنیا کے بلید ذہن پر کبھی ایسی چوٹ نہیں پڑی تھی جیسے ان لفظوں سے پڑی، وہ غصہ سے تلملا گیا اور اس نے جھنجھلا کر کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝

(سورہ صٓ:۵)

"کیا ان سب کو جن کی ہم پرستش کرتے تھے اور جن کے ہم بندے بنے ہوئے تھے اڑا کر ایک ہی معبود مقصود رکھا ہے"

یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے۔ اس ذہن کے نمائندوں نے فیصلہ کیا کہ یہ ہمارے نظام زندگی کے خلاف ایک گہری اور منظم سازش ہے اور ہم کو اس کا مطالبہ کرنا ہے:

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ

www.abulhasanalinadwi.org

اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ یُّرَادُ ۔ (سورہ صٓ:۶)

"ان کے سردار اور ذمہ دار ایک دوسرے کے پاس گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو یہ تو کوئی طے کی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے"

یہ نعرہ زندگی اور انسانیت کے پورے تصور پر ایک کاری ضرب تھی جو ذہن کے پورے سانچہ اور زندگی کے پورے ڈھانچہ کو متاثر کرتی تھی، اس کا مطلب تھا جیسا کہ آج تک سمجھا جاتا رہا یہ دنیا کوئی خودرو جنگل نہیں بلکہ یہ مالی کا لگایا ہوا آراستہ باغ ہے اور انسان اس باغ کا سب سے اعلیٰ پھول ہے، یہ گل سرسبد جو ہزاروں بہاروں کا سرمایہ ہے، بے مقصد نہیں کہ مل ول کر رہ جائے، انسان کے جوہر انسانیت کی اس کے خلاق کے سوا کوئی قیمت نہیں لگا سکتا، اس کے اندر وہ لامحدود طلب وہ بلند ہمت وہ بلند پرواز روح اور وہ مضطرب دل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی تسکین نہیں کر سکتی اور یہ سست عناصر دنیا اس کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اس کے لئے غیر فانی زندگی اور ایک لامحدود دنیا درکار ہے جس کے سامنے یہ زندگی ایک قطرہ اور یہ دنیا بازیچۂ اطفال ہے۔ وہاں کی راحت کے سامنے یہاں کی راحت اور وہاں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی کوئی تکلیف حقیقت نہیں رکھتی، اس لئے انسانیت کا فطری تقاضہ خدائے واحد کی عبادت، اس کی خودشناسی، رضائے الٰہی کی طلب اور اس کی زندگی اس کے لئے جدوجہد ہے۔ انسان کو کسی روح، کسی مخفی و فرضی طاقت، کسی درخت اور پتھر، کسی قسم کی دھات اور جمادات، کسی مال و دولت، کسی جاہ و عزت، کسی طاقت و قوت اور کسی روحانیت و عظمت کے سامنے بندوں کی طرح جھکنے اور سبزہ کی طرح پامال ہونے کی ضرورت نہیں، وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب پستیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم اور ایک ذات کا خادم ہے، اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرا کر اور اس کو اللہ کے سوا ہر ایک کے سجدہ سے منع کر کے ثابت کر

www.abulhasanalinadwi.org

دیا کہ کائنات کی طاقتیں جن کے فرشتے امین ہیں اس کے سامنے سرنگوں اور سربہ سجود ہیں اور اس کا سر اس کے جواب میں اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

دنیا کا ذہن اتنا شل ہو چکا تھا کہ وہ مادیات و محسوسات اور جسم اور پیٹ کے حدود سے باہر آسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔ لوگوں کا ذہن اتنا اتھلا ہو چکا تھا کہ وہ کسی انسان سے متعلق گہرا اور بلند تصور قائم ہی نہیں کر سکتا تھا، انھوں نے کچھ پیمانے بنا رکھے تھے، ہر نئے شخص کو اسی پیمانے سے ناپتے تھے، زندگی کی جو چھوٹی چھوٹی بلندیاں بن چکی تھیں ہر بلند انسان کو انہیں کے سامنے لا کر دیکھتے تھے انھوں نے بڑے غور و فکر اور ذہانت سے کام لیا اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے آگے نہ سوچ سکے کہ یا تو وہ مال و دولت کے یا سرداری و بادشاہت کے یا عیش و عشرت کے طالب ہیں، انصاف کیجئے تو اس وقت تک دنیا کا تجربہ اس سے زیادہ اور کیا تھا اور اس نے اپنے زمانہ کے حوصلہ مندوں اور شہبازوں کی اس سے بلند پرواز کب دیکھی تھی؟ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا، یہ دراصل اس عصر کے ذہن و دماغ اور نفسیات کی سچی نمائندگی تھی اور اس نے جو کچھ کہا وہ زمانہ کے احساسات کی صحیح ترجمانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جو جواب دیا وہ نبوت کی صحیح نمائندگی اور امت مسلمہ کی حقیقت کا اصلی اظہار تھا، آپؐ نے ثابت کر دیا کہ آپؐ ان میں سے کسی چیز کے طالب نہیں، آپ جس چیز کے داعی ہیں وہ ان کی ان بلند چیزوں سے اس سے بھی زیادہ اونچی ہے جتنا آسمان اس زمین سے۔ آپؐ اپنی ذاتی راحت اور ترقی کے لئے فکرمند نہیں بلکہ نوع انسانی کی نجات اور اس کی راحت کے لئے بے چین ہیں۔ آپؐ اس دنیا میں اپنے لئے کوئی مصنوعی جنت بنانے کے خواہش مند نہیں بلکہ جنت سے نکالے ہوئے انسان کو حقیقی جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کرنا چاہتے ہیں آپؐ اپنی سرداری کے لئے کوشاں نہیں بلکہ تمام انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال کر بادشاہ حقیقی کی

www.abulhasanalinadwi.org

غلامی میں داخل کرنا چاہتے ہیں، اسی بنیاد پر یہ امت بنی اور یہی پیغام لے کر وہ تمام دنیا میں پھیل گئی، اس کے سفیروں نے جو اپنے اندر دعوت کی سچی روح اور اسلام کی صحیح زندگی رکھتے تھے، کسریٰ اور قیصر کے بھرے دربار میں صاف کہہ دیا کہ ہم کو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں، دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں اور مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام کے انصاف میں داخل کریں۔ ان کو جب اپنے اصولوں پر حکومت قائم کرنے اور چلانے کا موقع ملا تو وہ جو کچھ کہتے تھے اور جس کی دوسروں کی دعوت دیتے تھے اس کو جاری کر کے دکھا دیا، ان کی معیاری حکومت کے زمانہ میں کسی انسان کی بندگی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اللہ کی بندگی ہوتی تھی، کسی انسان یا جماعت کا حکم نہیں چلتا تھا بلکہ اللہ کا حکم چلتا تھا، ان کا حاکم جس کو وہ خلیفہ کہتے تھے معمولی سی انسانی تحقیر پر کہہ اٹھتا تھا کہ لوگ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، تم نے ان کو کب سے غلام بنا لیا۔ ان کا بڑے سے بڑا حاکم بڑے بڑے بادشاہوں کے دارالسلطنت میں اس شان سے رہتا تھا کہ لوگ اس کو مزدور سمجھ کر اس کے سر پر بوجھ رکھ دیتے تھے اور وہ اس کو ان کے گھر پہنچا آتا تھا، ان کا دولت مند سے دولت مند انسان اس طرح زندگی گزارتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس زندگی اور اس کی راحت کو راحت ہی نہیں سمجھتا، اس کی نظر کسی اور زندگی پر اور اس کو طلب کسی اور راحت کی ہے۔

اس امت کا وجود دنیا کے ہر گوشہ میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے علاوہ ایک بالکل دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان تھا، اس کا ہر فرد پیدا ہو کر اور مر کر بھی اس حقیقت کا اعلان کرتا تھا کہ دنیا کی طاقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت ہے اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی دوسری زندگی ہے، وہ دنیا میں آتا تھا تو اس کے کان میں اسی حق کی اذان دی جاتی تھی، مرتا تھا تو اسی شہادت و مظاہرہ کے ساتھ اس کو رخصت کیا

www.abulhasanalinadwi.org

جاتا تھا، جب اس دنیا پر بے حسی اور موت کا سکوت طاری ہو جاتا اور شہر کی ساری آبادی معاش کی جدوجہد میں سرتاپا غرق ہو جاتی اور دنیا میں مادی ضرورتوں کے علاوہ کوئی اور ضرورت، اور محسوس حقیقتوں کے علاوہ کوئی اور حقیقت جیتی نظر نہ آتی، اس کی وہی اذان اس طلسم کو توڑ دیتی اور اعلان کرتی کہ نہیں جسم اور پیٹ سے زیادہ ایک دوسری روشن حقیقت ہے، اور وہی کامیابی کی راہ ہے، "حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح" بازار کا شور اس نعرہ حق کے سامنے دب جاتا، اور سب حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے ماند پڑ جاتیں اور اللہ کے بندے اس آواز پر دیوانہ وار دوڑ پڑتے، جب رات کو پورا شہر میٹھی نیند سوتا تھا اور یہ جیتی جاگتی دنیا ایک وسیع قبرستان ہوتی دفعۃً موت کی اس بستی میں زندگی کا چشمہ اس طرح ابلتا جس طرح رات کی سیاہی میں صبح کی سپیدی نمودار ہو اور "الصلوۃ خیر من النوم" سے اونگھتی سوتی انسانیت کو تازگی اور زندگی کا نیا پیغام ملتا۔ جب کسی طاقت و سلطنت کا کوئی فریب خوردہ أنا ربکم الأعلی اور مالکم من إله غیری کا نعرہ لگاتا تو ایک غریب مؤذن اسی کی مملکت کی بلندیوں سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر اس کے دعوائے خدائی کا تمسخر اڑاتا اور أشهد أن لا إله إلا الله کہہ کر حقیقی بادشاہ کی بادشاہت کا اعلان کرتا، اس طرح دنیا کا مزاج بے اعتدالی سے اور اس کا دماغ بہکنے سے محفوظ رہتا۔

مادی زندگی کا کوئی شمہ مومن کے دم سے قائم نہیں، وہ اگر کسی ملک سے چلا جائے تو اس کی ظاہری زندگی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، دنیا جس طرح کھاتی کماتی ہے، کھاتی کماتی رہے گی، انسان جس طرح جیتے مرتے ہیں، جیتے مرتے رہیں گے مگر یاد رہے کہ زندگی کی روح نکل جائے گی اور وہ ایک بے جان جسم ہو کر رہ جائے گی، عقل کے اس بت کدہ میں جہاں خود پرستی اور شکم پرستی کے سوا کچھ نہیں، وہی ایک مجذوب ہے جس کے عشق و مستی سے اس عالم میں گرمی و ہنگامہ ہے، وہ اگر نکل جائے تو دنیا صرف

www.abulhasanalinadwi.org

تجارت کی منڈی اور زندگی فقط ناؤ نوش ہے، زندگی کے اس ''گمان آباد'' میں وہی ایک صاحب یقین ہے جس کا یقین ٹوٹے ہارے دلوں کا سہارا اور ناکامی و ناامیدی کے سمندر میں ڈوبنے والوں کے لئے کنارہ ہے۔ خود غرضی و خود مطلبی کے اس بازار میں وہی ایک صاحب ایثار ہے، جو اپنی جان پر کھیل جاتا ہے اور اپنا سرمایہ دوسروں کے لئے لٹا دیتا ہے۔ بے حس انسانوں کی دنیا میں جو سینہ میں دل کی جگہ پتھر کی سل رکھتے ہیں وہی ایک صاحب محبت ہے جو سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں رکھتا ہے، اور اپنے سوز سے خود ہی جلتا اور پگھلتا رہتا ہے۔ ہر زمانہ میں فقر پر امارت کو، گدائی پر بادشاہی کو، آخرت پر دنیا کو، ادھار پر نقد کو، غیب پر شہود کو، ایمان پر جان کو قربان کرنے کی اسی میں سب سے زیادہ ہمت ہے۔

اس پر کسی ملک کا احسان نہیں کہ اس نے اس کو مہمان بنایا اور رہنے کو جگہ دی، اس کا ہر ملک پر احسان ہے کہ اس نے اس کو توحید خالص کا پیغام سنایا، انسان دوستی اور عدل و مساوات کا سبق پڑھایا، انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکالا، غریب، امیر، اونچ نیچ کو ساتھ بیٹھنا سکھایا، عورت کو اس کا حصہ دلایا اور اس کے ساتھ انصاف کرنا سکھایا، انسانیت کا احترام کرنا بتایا، زندگی کا زیادہ بامعنی، انسانیت کا زیادہ بلند اور دنیا کا زیادہ وسیع تصور بخشا، نسل پرستی، دولت پرستی، شاہ پرستی سے نجات دی۔ ترک دنیا تجرد، نسل کشی، آدم بیزاری، ہزاروں برس کے اوہام و مفروضات کا طلسم توڑا، عقل کو بندھنوں سے آزاد کیا، علم پر سے پابندیاں ہٹائیں، دین پر سے نسلی و خاندانی اجارہ داری کو ختم کیا، ذاتی عمل اور کوشش کی اہمیت واضح کی، آج دنیا علم و عقل کی جس منزل پر ہے کون نہیں جانتا کہ یہ اسی کی جگر سوزی کا نتیجہ ہے جو کبھی انسانیت کا قافلہ سالار تھا، آج یورپ علم و عقل میں دنیا کا استاد بنا ہوا ہے، کون نہیں جانتا کہ اہل اندلس کی نگاہ نے صدیوں اس کی تربیت کی ہے اور حیوانات کی سطح سے اس کو بلند کیا ہے، آج ہندوستان میں عدل

www.abulhasanalinadwi.org

ومساوات انسانیت اور عالم گیر ہمدردی کے لفظ بڑے عام ہیں کون انکار کرسکتا ہے کہ بڑی مشکل سے یہ لفظ رائج ہوئے ہیں اور ذہن ان کے مفہوم سے آشنا ہوئے ہیں!

مسلمان کسی قوم ونسل اور اسلام کسی رسم ورواج اور کسی ترکہ ومیراث کا نام نہیں، وہ ایک دعوت وپیام اور ایک سیرت وزندگی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی نظر مادیات ومحسوسات اور جسم وجان سے تعلق رکھنے والی محدود دنیا سے زیادہ وسیع ہو، اس کی ہمت، شکم پُری اور تن پوشی کی سطح سے بلند ہو، اس کا گھر ایک وطن کی چار دیواری سے زیادہ وسیع ہو، اس کا دل انسانیت کے احترام سے معمور، اس کی ہمدردی قوم ونسل کے حدود اور ملک ووطن کے قیود سے آزاد ہو، اس کی تگ ودو اور پرواز موت ہی تک نہ ہو اس کا مطلب ہے کہ اس کے پاس جسم کے ساتھ قلب وروح کی تسکین کا بھی سامان ہے، اس کے پاس وہ ایمانی طاقت اور اخلاقی تعلیم ہے جو اندھیرے اجالے، مجمع اور تنہائی، فقیری اور بادشاہی، بے بسی اور اختیار مطلق میں پابند قانون رکھ سکتی ہے، اس کے پاس ظن وتخمین، وقیاسات وتجربات کے بجائے علم کی پختہ بنیادیں اور محکم اصول ہیں جو ہر زمانہ اور ہر ملک میں جاری ہوسکتے ہیں، اس کے پاس مختلف الحال انسانوں اور مختلف زمانوں کی رہنمائی کے لئے ایسی جامع اور مکمل ہستی کی محفوظ زندگی ہے، جس کے علم وعمل کا سرچشمہ قیاس وتجربہ اور جذبات وخواہشات نہ تھے، جو ہر زمانہ کو معتدل زندگی، متوازن تمدن اور جامع انسانیت کا پیغام دے سکتی ہے، ظاہر ہے کہ دنیا کو اپنی ترقی وتنزلی کے ہر دور میں اور ملک کو ہر انقلاب میں اس کا وجود مبارک ہے جو اس پیغام کی حامل اور ان صفات سے متصف ہو، ایسی جماعت کا وجود کسی حصہ زمین میں بھی کسی کی رعایت اور احسان نہیں بلکہ خالق کائنات کا عین منشا اور زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

جب رات کی تاریکی دن کی روشنی کو چھپا لیتی ہے، جب ہوا وہوس کا لشکر ہر

www.abulhasanalinadwi.org

طرف سے امنڈ آتا ہے، جب ایک انسان اپنے پیٹ کی خاطر اپنے بھائی کا گلا کاٹنے لگتا ہے، جب قومیں اپنی انانیت اور تکبر میں کمزور قوموں کو ہضم کرنے لگتی ہیں، جب دولت کا بت علانیہ پوجنے لگتا ہے، جب وطن اور قوم کی دیوی پر انسان بھینٹ چڑھنے لگتا ہے، جب انسان اپنی قوت و دولت کے نشہ میں خدائی کا دعوی کرنے لگتا ہے، جب ذخیرہ اندوزی اور نفع بازی کی مصیبت سے انسان دانہ دانہ کو ترسنے لگتا ہے، جب نفس کی آگ بھڑکتی ہے اور دل کی روشنی بجھتی ہے، جب موت کا خیال دل سے بالکل نکل جاتا ہے، جب زندگی کے بازار میں ذی روح انسان کی قیمت گر جاتی ہے اور بے جان دھاتوں اور جمادات کی قیمت چڑھ جاتی ہے، جب عریانی و بے حیائی، گناہ و معصیت کا دنیا پر دور دورہ ہوتا ہے، اور وہ "علم و فن" بن جاتے ہیں، جب اغراض و خواہشات کے سوا دنیا میں کسی کی حکومت نہیں معلوم ہوتی اور تمام دنیا میں فساد پھیل جاتا ہے تو روح کائنات اس مرد خدا کو آواز دیتا ہے۔ ؏

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

www.abulhasanalinadwi.org

مردِ خدا کا یقین

۲

یقین دنیا کی بہت بڑی طاقت
ہے جب بھی کوئی مردِ خدا کسی بات پر پہاڑ
کی طرح جم گیا اور اس نے حالات کے سامنے سپر
ڈالنے سے انکار کر دیا، اور اپنے یقین کا رشتہ مضبوط
ہاتھوں سے تھام لیا تو زمانے کے بہتے ہوئے دھارے
کا منہ پھر گیا اور مبصروں کے اندازے غلط نکل
گئے، اسلامی تاریخ میں اس طرح کی مثالیں
جا بجا ملتی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مردِ خدا کا یقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

کون نہیں جانتا کہ یقین دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے، ایک شخص کے یقین نے بعض اوقات ہزاروں لاکھوں انسانوں کے شک وتذبذب پر فتح پائی ہے، جب کبھی کوئی مردِ خدا کسی بات پر پہاڑ کی طرح جم گیا ہے اور اس نے حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر دیا ہے اور اپنے یقین کا رشتہ مضبوط ہاتھوں سے تھام لیا ہے، تو زمانہ کے بہتے ہوئے دھارے کا منھ پھر گیا ہے، بڑے بڑے دور بینوں اور مبصروں کے اندازے غلط نکل گئے ہیں اور ان کی پیشین گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئی ہیں اور اس شخص کا یقین آفتاب کی طرح شکوک واوہام کے بادلوں اور خطرات اور اندیشوں کے کہرے میں سے نمودار ہوا ہے۔

تاریخ میں اس یقین اور اس کی فتح یابی کی عجیب عجیب مثالیں ملتی ہیں۔ آسمانی صحیفوں اور انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں نے بھی اس کے بہت سے عجائبات پیش کئے ہیں جن کو پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور وہ یقین وایمان کا ایک معجزہ معلوم ہوتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، خیال فرمایئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر جارہے ہیں، بحر احمر کی خاکنائے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے سینا پہونچنا چاہتے ہیں مگر اللہ کو کچھ اور منظور ہے، وہ راہ غلط کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یہی وہ سیدھا راستہ تھا جو اللہ کو منظور تھا، صبح کا تڑکا ہوتا ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بجائے شمال میں جانے کے وہ مشرق کی طرف چلتے رہے ہیں اور اب بحر احمر (قلزم) کے کنارہ کھڑے ہیں اور سمندر اپنی پوری طغیانیوں کے ساتھ بہہ رہا ہے، دفعۃً کان میں آواز آتی ہے "وہ آ گئے" حضرت موسیٰؑ مڑ کر دیکھتے ہیں تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سر پر آیا چاہتا ہے، بنی اسرائیل چیختے ہیں کہ موسیٰ ہم نے تمہارا کیا قصور کیا تھا کہ تم نے چوہوں کی طرح ہمارے مارنے کا انتظام کیا، کیا ہمارے ہلاک ہونے میں کوئی کسر باقی ہے۔ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ہم تو پکڑے گئے۔ تصور کیجئے وہ کون سا پہاڑ ہے جو اس موقع پر ڈگمگا نہ جائے، کونسی طاقت ہے جو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کے سامنے ہار نہ مان لے، لیکن پیغمبر کا یقین کھلے ہوئے مشاہدات اور عریاں حقائق پر بھی غالب آتا ہے، ان کے نزدیک آنکھیں دھوکہ دے سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے ہیں، حواس خطا کر سکتے ہیں مگر اللہ کی بات غلط نہیں ہو سکتی اور اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت موسیٰؑ نے پورے اطمینان کے ساتھ جواب دیا: كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور راستہ پر لگائے گا اور منزل پر پہنچائے گا، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب جانتے ہیں۔

دوسری مثال لیجئے، مکہ معظمہ میں مسلمان قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ہر مسلمان کی جان خطرہ میں ہے، صبح ہوتی ہے تو شام کا بھروسہ نہیں اور شام ہوتی ہے تو صبح کا یقین نہیں، اسلام کا بظاہر دنیا میں کوئی مستقبل نہیں معلوم ہوتا، جو دن گزر رہا ہے غنیمت معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں ایک مظلوم غریب مسلمان خباب بن الارتؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپؐ بیت اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے سایہ میں بیٹھے ہیں، خباب عرض کرتے ہیں یارسول اللہ پانی سر سے اونچا ہو گیا، اب تو آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جوش آجاتا ہے، سنبھل کر بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بس خباب گھبرا گئے، پہلی امتوں میں تو یہ ہوا ہے کہ مومن کو گڑھا کھود کر گاڑ دیا گیا ہے اور سر پر آرہ رکھ کر چلایا گیا ہے یہاں تک کہ اس کے بدن کے دو ٹکڑے ہو کر گر گئے ہیں، اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت کو ہڈیوں سے جدا کر دیا گیا ہے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا تھا، خدا کی قسم اللہ اپنے دین کو مکمل کر کے رہے گا، یہاں تک کہ (اس دین کی عمومیت اور اس کے غلبہ کا) یہ حال ہوگا کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک (سیکڑوں میل کی مسافت) چلا جائے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا کھٹکا نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس کو بھیڑیئے سے خطرہ ہو کہ وہ اس کی بکریوں پر حملہ کرے، لیکن تم جلدی بہت کرتے ہو۔ (بخاری)

خیال فرمایئے عرب کی اس وقت کی بدامنی وخونریزی، غارت گری اور پھر اسلام کی مغلوبیت اور کمزوری کو دیکھتے ہوئے ایسی بعید از قیاس پیشین گوئی اس شخص کے سوا کون کر سکتا ہے جس کو نبوت کا یقین حاصل ہو۔

دوسرا موقع اس سے کچھ کم نہیں، حالت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ مدینہ جا رہے ہیں، کمزوری اور غربت کا یہ حال ہے کہ مکہ جیسا عزیز وطن چھوڑنا پڑ رہا ہے اور راستہ کا بھی اطمینان نہیں، پیچھے سے قریش کی دوڑ آرہی ہے، آخر یہ واقعہ پیش آگیا، سراقہ بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر پورے ہتھیار لگائے سر پر پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر کہا یارسول اللہ دوڑ آگئی، فرمایا، گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے، آپؐ نے دعا فرمائی اور گھوڑا گھٹنوں گھٹنوں زمین میں دھنس گیا، سراقہ نے کہا کہ یا محمدؐ دعا کیجئے میں اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں، میرا ذمہ ہے کہ تعاقب کرنے والوں کو واپس کر دوں گا، آپؐ نے دعا فرمائی گھوڑا نکل آیا، سراقہ نے پھر تعاقب کا ارادہ کیا پھر وہی واقعہ پیش

www.abulhasanalinadwi.org

آیا، پھر اس نے درخواست کی، اس مرتبہ نکل کر اس نے اپنے اونٹوں کی پیش کش کی، فرمایا ہمیں تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں۔ جب جانے لگا تو کہا سراقہ وہ کیا وقت ہوگا جب تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے، سراقہ غریب کی سمجھ میں نہ آیا کہ کبھی ایسا وقت آسکتا ہے کہ شہنشاہ ایران کے کنگن ایک غریب اعرابی کے ہاتھ میں ہوں، اس نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا کیا کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن؟ فرمایا ہاں! فرمایئے ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں وہ کون سی نگاہ ہوسکتی ہے جو عرب کے ایک بدو کے ہاتھ میں شہنشاہ ایران کے کنگن دیکھتی ہے اور اس کی زبان اس کی پیشین گوئی کرتی ہے، کیا ظاہری حالات کے لحاظ سے اس کا کوئی امکان پایا جاتا ہے؟ یہی نگاہ نبوت ہے جو مستقبل کے افق پر دھندلے دھندلے ستارے دیکھ لیتی ہے اور جس کو ظاہری قیاسات اور واقعات کے خلاف پورے یقین کے ساتھ ایک واقعہ کی اطلاع دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔

اب مدینہ آیئے، مدینہ کے گرد خندق کھودی جارہی ہے، اللہ کا رسول خود کھودنے میں مشغول ہے ایک پتھر ایسا آجاتا ہے جس پر کدالیں اور پھاوڑے، کام نہیں کرتے، صحابہؓ حضورؐ سے عرض کرتے ہیں، آپؐ تشریف لے جاتے ہیں، حالت یہ ہے کہ پیٹ پر دو دو پتھر بندھے ہوئے ہیں، کدال مارتے ہیں تو پتھر دو ٹکڑے ہوجاتا ہے اور اس سے ایک چمک نکلتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ اس روشنی میں میں نے ایران کا سفید محل اور شام کا زرد محل دیکھا ہے تم ان محلوں کو فتح کروگے، تصور کیجئے! یہ وہ کہہ رہا ہے جس کے گھر میں کھانے کے لئے بھی نہیں ہے، ایسے موقع پر کہہ رہا ہے کہ اسلام کا وجود اور مسلمانوں کی ہستی خطرہ میں ہے، عرب کے قبائل مدینہ پر چڑھائی کررہے ہیں اور موت وزندگی کا سوال ہے مگر پیغمبرانہ یقین کی روشنی ایسی ہی اندھیروں میں چمکتی ہے۔

پیغمبروں کے بعد دنیا کی تاریخ میں یقین کی جو سب سے بڑی مثال ملتی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے اور اسی یقین واستقامت اور اتباع میں ان کی صدیقیت کا راز پنہاں ہے، ان کے واقعات بتلاتے ہیں کہ وہ صدیق اکبر کے لقب کے پورے مستحق ہیں اور اہل بصیرت کا یہ کہنا بالکل حق ہے کہ ابوبکر پیغمبر نہیں تھے مگر کام انھوں نے پیغمبروں کا سا کیا اور انہیں کی سی استقامت اور پختگی دکھائی۔

صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے، سارے عرب میں ارتداد کی آگ پھیل گئی ہے، خزاں میں جس طرح پتے جھڑیں اور ٹوٹی تسبیح کے دانے بکھریں اسی طرح قبائل، اسلام سے نکلتے جارہے تھے، ایک ایک دن میں بیسیوں قبیلوں کے ارتداد کی خبر آتی تھی، یمن، حضرموت، بحرین، نجد کے تمام علاقے مرتد ہوگئے، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش اور ثقیف صرف دو قبیلے اسلام پر قائم رہ گئے، یہودیت اور نصرانیت نے جو عرب سے جلاوطن ہوگئی تھیں سر اٹھایا، نفاق نے جو پہلے سوسائٹی کا ایک جرم اور پوشیدہ عیب تھا، نقاب الٹ دی اور لوگوں نے کھل کر شک ونفاق کی باتیں کرنی شروع کردیں، مسلمانوں کی ہوا سارے عرب سے اکھڑ گئی اور ان کے دشمن شیر ہوگئے، عرب مؤرخین نے بڑی بلاغت کے ساتھ اس وقت کے مسلمانوں کی بے بسی اور درماندگی کی تصویر کھینچی ہے وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس وقت وہ کیفیت ہوگئی تھی جیسے بارش کی رات میں بھیڑوں کی ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے باڑہ میں دبک جاتی ہیں اور سردی سے ٹھٹھرنے لگتی ہیں۔

عین اس حالت میں یقین اور اطاعت وفدویت کی ایک عجیب وغریب مثال سامنے آتی ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ قاصر ہے، حضرت اسامہؓ کا لشکر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجنے کے لئے تیار کیا تھا اور آپؐ کی وفات کی وجہ سے اس کا سفر ملتوی ہوگیا تھا تیار ہے۔ اس لشکر میں مہاجرین وانصار کے بڑے بڑے سردار اور میدان جنگ کے آزمودہ کار سپاہی ہیں، خود حضرت عمرؓ بھی حضرت اسامہؓ

www.abulhasanalinadwi.org

کی ماتحتی میں ہیں، یہ اس وقت کے مسلمانوں کی سب سے بڑی فوجی طاقت تھی، عقل ومصلحت شناسی کا فتوی کیا تھا، اور جس کو سیاست کہتے ہیں اس کا فرمان ناطق کیا تھا؟ یہی کہ لشکر مدینہ میں ٹھہرے اور حملہ آوروں سے جن کا صبح وشام خطرہ تھا، مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے اس لئے کہ اس وقت اسلام کی بقا مدینہ پر منحصر ہے، لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ اس وقت اس لشکر کا مدینہ سے باہر جانا کسی طرح مناسب نہیں، حملہ آوروں اور دشمنوں کی نگاہیں مدینہ پر ہیں اس لشکر کے کوچ کرتے ہی مدینہ پر حملہ ہو جائے گا، اس مشورے میں مدینہ کے تمام عقلاء شریک تھے لیکن بارگاہ نبوت کا مجذوب، جس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء پورا کرنا اور آپؐ کے ارادے کو عمل میں لانا ہی سب سے بڑی عقل مندی اور سیاست ہے، صاف جواب دیتا ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں ابوبکر کی جان ہے اگر مجھے اس کا بھی یقین ہو جائے کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھالے جائیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ کا منشاء مبارک پورا کروں گا، اور اسامہ کا لشکر بھیج کر رہوں گا۔ آپ نے تقریر کی، جہاد کے لئے تیار کیا اور حکم دے دیا کہ جو لوگ لشکر اسامہ میں داخل ہیں وہ اس کی قیام گاہ جرف میں پہنچ جائیں، چنانچہ لشکر اپنے مقام پر پہنچ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے ان چند گنے چنے آدمیوں کو روک لیا جو ہجرت کر کے آئے تھے اور ان کو اپنے قبائل کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔ جب لشکر کے سب آدمی جمع ہو گئے، تو امیر لشکر حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی طرف سے دوبارہ عرض کریں کہ لشکر کو واپس بلالیں، ان کے ساتھ تمام معززین صحابہؓ اور سرداران قبائل ہیں۔ لشکر کے کوچ کے بعد اس کا خطرہ ہے کہ دشمن خلیفہ اسلام اور ازواج مطہرات تک پر دست درازی کریں اور مشرکین ان کو مدینہ سے اٹھالے جائیں، انصار کا پیغام یہ تھا کہ لشکر پر زیادہ سن رسیدہ اور تجربہ کار آدمی کو امیر بنایا جائے، اسامہؓ

www.abulhasanalinadwi.org

بہت نو عمر ہیں، حضرت عمرؓ نے اسامہؓ کا پیغام پہنچایا حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اگر مجھے کتے اور بھیڑیئے اٹھالے جائیں تو بھی میں لشکر ضرور روانہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کا فیصلہ فرما گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کرسکتا، اگر ساری بستیوں میں میں تنہا رہ جاؤں گا جب بھی اس فیصلہ پر عمل کروں گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انصار کا پیغام ہے کہ لشکر پر حضرت اسامہؓ سے زیادہ سن رسیدہ آدمی امیر مقرر کیا جائے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ جوش میں کھڑے ہوگئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا اللہ کے بندے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہؓ کو مقرر کریں اور تم مجھے مشورہ دو کہ میں ان کو معزول کردوں؟

اس گفتگو کے بعد حضرت ابوبکرؓ لشکر میں آئے اور ان کو رخصت کرنے کے لئے چلے، آپ پیدل تھے اور حضرت اسامہؓ سوار، انھوں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسولؐ آپ سوار ہوجائیں ورنہ میں اترتا ہوں، فرمایا نہ میں سوار ہوں گا، نہ تم اترو گے، اس میں کیا حرج ہے کہ میں گھڑی بھر اپنے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود کرلوں، اس لئے کہ مجاہد کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سات سو درجے بلند ہوتے ہیں اور سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں، جب واپس ہونے لگے تو حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ اگر تمہاری رائے ہو تو عمرؓ کو میری اعانت کے لیے چھوڑ جاؤ، انھوں نے بخوشی اجازت دی، پھر آپ نے ان کو وصیت فرمائی کہ دیکھنا خیانت نہ کرنا، عہد شکنی، مال غنیمت میں چوری سے سخت اجتناب کرنا، کسی بچہ، بوڑھے اور عورت کو نہ مارنا، کھجور کے درخت کو اکھاڑنا نہ جلانا نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کسی کی بکری، گائے اونٹ کو ذبح کرنا، اور دیکھو کچھ ایسے آدمی بھی تم کو ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہوں گے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، کچھ ایسے نظر آئیں گے جو چاند صاف کرتے ہیں اور اس کے گرداگرد چوٹیوں کی طرح بال بڑھاتے ہیں ذرا تلوار سے ان کو ہوشیار کردینا،

www.abulhasanalinadwi.org

جاؤ اللہ کے نام پر روانہ ہو اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اس کو عمل میں لاؤ۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ اگر اس جگہ تاریخ میں خلا ہوتا اور عقل و قیاس کے قلم کو اس خلا کے پر کرنے کی اجازت دی جاتی تو وہ لکھ دیتا کہ یہ ایک بڑی خطرناک سیاسی غلطی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ پر حملہ ہو گیا اور مرکز اسلام دشمنوں کے نرغہ میں آ گیا، لیکن اللہ کی قدرت کہ ابوبکرؓ نے تو اپنے عشق اور کمال اتباع میں یہ کام کیا تھا اور ان کو یقین تھا کہ منشائے نبوت پورا کرنے میں کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا بلکہ خطرات کا علاج ہی یہی ہے اور قدرت الٰہی نے اس کی تصدیق کی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس لشکر کے روانہ ہونے سے سارے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی، لوگ کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اس لشکر کو حملہ کے لئے کیوں بھیجتے، چنانچہ جو لوگ ارادہ بد رکھتے تھے وہ چوکنے ہو گئے اور مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا، مؤرخ ابن اثیر کے الفاظ ہیں:

وکان إنفاذ جیش أسامة أعظم الأمور نفعاً للمسلمین۔

اسامہؓ کے لشکر کا روانہ ہونا، مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا۔(۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عزم راسخ کا ایک نمونہ دنیا دیکھ چکی تھی لیکن ابھی عشق و یقین اور عقل مصلحت اندیش کا ایک معرکہ باقی تھا، وفات نبوی کے متصل ہی عرب میں منع زکوۃ کا فتنہ پیدا ہو گیا، اور وبا کی طرح سارے ملک میں پھیل گیا، عرب کے سارے قبائل کہنے لگے کہ ہمیں نماز، روزہ، حج سے انکار نہیں مگر ہم زکوۃ میں ایک

(۱) واقعہ کی پوری تفصیل تاریخ الکامل ابن اثیر میں ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۱۲۷، ۱۲۸، مزید تفصیل کے لئے تاریخ طبری اور البدایہ والنہایہ ملاحظہ ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

جانور بھی نہیں دیں گے، ایک دو قبیلے ہوں تو خیر، دو چار قبائل کو چھوڑ کر سارا ملک یہی کہہ رہا تھا، حضرت ابوبکرؓ کی نگاہ بصیرت نے دیکھ لیا کہ زکوٰۃ کا انکار ارتداد کا پیش خیمہ اور دین سے بغاوت کی زنجیر کی وہ کڑی ہے جس کے ساتھ تمام کڑیاں پیوست ہیں، کفر و تحریف کا یہ دروازہ اگر کھلا تو قیامت تک بند نہیں ہوسکتا۔ آج زکوٰۃ کی باری ہے تو کل نماز کی اور پھر روزہ حج کا تو اللہ ہی حافظ ہے، مستقبل کا خطرہ اگر نہ بھی ہوتا تو بھی ابوبکرؓ کو یہ گوارا نہ تھا کہ دین کا جو مجموعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں اور ابوبکرؓ اس کے متولی مقرر ہوئے ہیں اس میں کوئی نقص واقع ہو، اس موقع پر ان کی زبان سے بے ساختہ جو جملہ نکلا تاریخ نے بے کم و کاست محفوظ کر لیا ہے، وہ ان کے دلی جذبات، دین سے تعلق اور ان کے مقام صدّیقیت کا ترجمان ہے انھوں نے فرمایا "أینقص الدین وأنا حی" (کیا ابوبکرؓ کی زندگی میں اللہ کے دین میں قطع و برید ہوگی؟) انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ فتنہ کا یہ دروازہ بند کیا جائے گا، چاہے مسلمانوں کی لاشوں سے، اب سارا مدینہ ایک طرف تھا اور ابوبکر ایک طرف تھے، صحابہؓ کہتے تھے کہ صرف ایک رکن کے ترک سے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ مشرکین و کفار کی طرح کس طرح قتال جائز ہے کچھ لوگ کہتے تھے کہ سارا عرب اس فتنہ میں مبتلا ہے کس کس سے جنگ کی جائے گی اس وقت تو یہی غنیمت ہے کہ ہم مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہیں، لیکن حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے کہ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے روک لیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا، آخر کار ابوبکرؓ کا یقین اور جذبہ تمام شبہات و تردّدات پر غالب آیا اور سب نے ان کا ساتھ دیا، آپ نے مختلف سمتوں پر گیارہ فوجیں روانہ کیں، تین تو مستقل مدعی نبوت تھے، جن کی سرکوبی کرنی تھی عرب کے تمام جنگ آزما اور سورما جنھوں نے بعد میں عراق و ایران فتح کیا ہے ان مدعیان نبوت اور مرتدین کے ساتھ تھے اور عرب کی پوری جنگی قوت اور

www.abulhasanalinadwi.org

شجاعت اسلام کے مقابلہ میں میدان میں آ گئی تھی بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اتنی بڑی جنگی طاقت اس سے پہلے کبھی اسلام کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی۔

ادھر مدینہ خالی ہو گیا تھا، اس کی شہرت ہو گئی کہ مدینہ میں لڑنے والے تھوڑے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت علی، طلحہ، زبیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں حاضر رہنے کا پابند کر دیا، اس لئے کہ یہ معلوم نہ تھا کہ دشمن کس وقت حملہ کر دیں گے، تین ہی دن گزرنے پائے تھے کہ رات کو یکایک حملہ ہو گیا، محافظ دستہ نے حملہ آوروں کو روکا اور ابوبکرؓ کو اطلاع دی، حضرت ابوبکرؓ نے اہل مسجد کو اطلاع کی اور دشمن کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ذی حسی تک پہنچا دیا۔ وہاں انھوں نے مشکیزوں میں ہوا بھر کر رسیوں سے باندھ رکھا تھا ان کو انھوں نے زمین پر اس طرح گھسیٹا کہ مسلمانوں کے اونٹ اس طرح بدکے کہ مدینہ پہنچ کر دم لیا، مرتدین کو مسلمانوں کی کمزوری کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے بڑے مرکز ذی القصہ میں اس کی اطلاع کی اور وہاں سے نئے حملہ آور آ گئے حضرت ابوبکرؓ رات بھر جنگ کی تیاری کرتے رہے اور صبح ہی اچانک کھلے میدان میں دشمن کے سر پر پہنچ گئے اور ان کو تلواروں پر رکھ لیا، سورج نکلتے نکلتے دشمن کے قدم اکھڑ گئے حضرت ابوبکرؓ نے ذی القصہ تک ان کا تعاقب کیا، اس فتح سے ارتداد کی طاقت پر اچھی ضرب پڑی لیکن قبیلہ عبس وذبیان نے اپنے اپنے قبیلوں کے مسلمانوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں کا پورا بدلہ لیں گے اور جتنے مسلمان شہید ہوئے ہیں ان سے زائد مشرکین کو قتل کریں گے، اس عرصہ میں مدینہ طیبہ میں زکوۃ کے جانور پہنچے ادھر حضرت اسامہؓ کا لشکر چالیس دن کی غیر حاضری کے بعد واپس ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور ان کے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر باہر نکلے، مسلمانوں نے ان کو اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ مدینہ ہی میں رہیں، انھوں نے فرمایا میں

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے ساتھ پوری مساوات کا سلوک کروں گا اب یہ آرام کریں گے اور میں جاؤں گا، چنانچہ مدینہ سے نکل کر دور تک دشمن کو ہزیمت دیتے چلے گئے اور مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے یقین اور جوش نے مسلمانوں میں جو جذبہ جہاد اور سرفروشی کی روح پیدا کر دی تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے بیسیوں معرکوں میں سے صرف یمامہ کی جنگ کے حالات کافی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس جذبہ اور روح کے بغیر ارتداد کا فتنہ عالم آشوب اور قبائل عرب کی نسلی عصبیت اور بدوی شجاعت کا مقابلہ (جس نے کچھ ہی عرصہ بعد ایران و شام کی فوجوں کے چھکے چھڑا دیے) ممکن ہی نہ تھا، غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قالب میں ابوبکرؓ کا یقین اور ان کا جذبہ کارفرما تھا۔

یمامہ نجد میں واقع ہے یہ قبیلہ بنی حنیفہ کا مرکز تھا، بنی حنیفہ جو ربیعہ کی ایک شاخ ہے اور قریش میں جو مُضر کی ایک شاخ ہے جاہلیت میں سخت ترین عداوت اور موروثی دشمنی اور عصبیت تھی، اسی قبیلہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کچھ لوگوں کو اپنی شعبدہ بازیوں سے اور زیادہ تر خاندانی عصبیت و حمیت کی بنیاد پر اور قریش کی دینی مرکزیت اور سیاسی طاقت کو توڑنے کے لئے اپنا ہمنوا بنا لیا، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اور مہاجرین و انصار اور اکابر صحابہؓ کی ایک بڑی جمعیت کو ان کے ساتھ کیا، بنو حنیفہ نے یمامہ کو اپنی چھاؤنی بنایا تھا، ان کے لشکر میں چالیس ہزار لڑنے والے تھے، جنگ سے پہلے بنو حنیفہ کے مقرر نے نہایت پر جوش تقریر کی اور سارے قبیلہ کو مرنے مارنے پر آمادہ کر دیا، مہاجرین کا جھنڈا سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا ثابت بن قیسؓ کے پاس لوگوں نے سالم سے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف سے خطرہ ہے، انھوں نے فرمایا پھر میں حافظ قرآن کیسا، تف ہے مجھ پر، دوسرے قبیلے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے تھے، لڑائی شروع ہوئی اور اتنی سخت

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی کہ مؤرخ ابن اثیر کہتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو اس سے سخت جنگ کبھی پیش نہیں آئی تھی، یہاں تک کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ایک دوسرے کو للکارا کہ کہاں جاتے ہو؟ انصار کے علم بردار ثابت نے کہا مسلمانو! پیچھے ہٹنے کا تم نے برا دروازہ کھولا ہے۔ اے اللہ میں بنو حنیفہ (مرتدین کے) کے عمل سے بیزار ہوں اور مسلمانوں کے عمل سے معذرت خواہ ہوں یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

حضرت زیدؓ بن الخطاب نے جو حضرت عمرؓ کے بھائی تھے مسلمانوں کو آواز دی کہ نگاہیں نیچی کرلو، دانتوں کو دبالو اور دشمن کے قلب میں گھس جاؤ اور مارتے ہوئے بڑھتے چلو، حضرت ابو حذیفہؓ نے کہا کہ اے قرآن والو! آج اپنے عمل سے قرآن کو آراستہ کرو۔ حضرت خالدؓ نے زور کا حملہ کیا اور دشمن کو بہت پیچھے دھکیل دیا، اب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، بنو حنیفہ اپنے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر جوش پیدا کر رہے تھے اور گھٹنے ٹیک کر لڑ رہے تھے، لڑائی کا یہ طور تھا کہ کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری معلوم ہوتا تھا کبھی مرتدین کا، اسی عرصہ میں سالم مولی ابی حذیفہؓ و زید بن الخطابؓ کام آ گئے، حضرت خالدؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو کہا لوگو ذرا الگ الگ ہو جاؤ تا کہ ہم کو ہر قبیلہ کی شجاعت اور سرفروشی کا اندازہ ہو اور اس کا پتہ چلے کہ ہمارا کون سا بازو کمزور ہے جس سے ہم کو نقصان پہنچ رہا ہے چنانچہ قبیلہ قبیلہ جدا ہو گئے اور لوگوں نے کہا کہ اب فرار سے شرم آنی چاہئے۔ اس کے بعد سخت خونریز معرکہ ہوا اور میدان لاشوں سے پٹ گیا، زیادہ تر مہاجرین و انصار اس معرکہ میں کام آئے۔ مسیلمہ ایک جگہ جما کھڑا تھا اور اس کے گرد لڑائی کی چکی چل رہی تھی حضرت خالدؓ نے بھانپ لیا کہ جب تک مسیلمہ نہ مارا جائے گا بنو حنیفہ کے حوصلے پست نہیں ہوں گے، حضرت خالد سامنے آ گئے اور یا محمداہ (جو اس وقت مسلمانوں کا شعار تھا) کہہ کر اپنے مقابلہ کے لئے للکارا اور جو سامنے آیا اس کو خاک و خون میں سلا دیا، جب کئی پہلوان مارے گئے تو حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو آواز

www.abulhasanalinadwi.org

دی کہ مقابلہ پر آؤ اس نے منظور نہیں کیا۔ حضرت خالدؓ نے زور کا حملہ کیا، مسیلمہ کے قدم اکھڑ گئے اور جو لوگ اس کے گرد و پیش تھے وہ اپنی جگہ پر برقرار نہ رہے، حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو للکارا اور مسلمان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بنو حنیفہ پسپا ہو گئے، اور انھوں نے مسیلمہ کو آواز دے کر کہا کہ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے تھے وہ کہاں ہے؟ مسیلمہ نے کہا کہ اب اس وقت اپنے خاندان اور اپنے قبیلہ کی طرف سے لڑو، اس عرصہ میں بنو حنیفہ کے سردار محکوم نے اپنی قوم کو آواز دی کہ باغ میں آجاؤ، بنی حنیفہ ہر طرف سے سمٹ کر باغ میں آگئے اور دروازہ بند کر لیا، براء بن مالکؓ نے کہا کہ مسلمانوں مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو، لوگوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا، انھوں نے خدا کی قسم دی کہ مجھے باغ کے اندر ڈال ہی دو، چنانچہ لوگوں نے ان کو اٹھا لیا اور وہ کسی طرح دیوار پر چڑھ گئے اور باغ میں کود گئے اور دروازہ کھول دیا، باغ میں پہنچ کر ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ بایدو شاید، فریقین کے کشتوں کے پشتے لگ گئے، خاص طور پر بنی حنیفہ کا سخت جانی نقصان ہوا، انصار کے علمبردار ثابت بن قیسؓ بھی شہید ہوئے، ان کا پاؤں ایک شخص کی تلوار سے کٹ گیا تھا، انھوں نے وہی پاؤں اس زور سے اس شخص کے منہ پر مارا کہ وہ مر گیا، وحشیؓ جو حضرت حمزہؓ کے قاتل تھے اور اپنے اس گناہ کے کفارہ کی فکر میں رہا کرتے تھے مسیلمہ کی تاک میں تھے انھوں نے اپنا بھالا پھینک مارا جو ٹھیک نشانہ پر لگا، ایک انصاری نے بڑھ کر مسیلمہ کی گردن اڑا دی، مسیلمہ کا قتل ہونا تھا کہ بنو حنیفہ کے قدم اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا اور ان کے اکثر آدمی مارے گئے، مسلمانوں میں سے صرف مہاجرین میں سے تین سو ساٹھ آدمی کام آئے، سینکڑوں حافظ قرآن تھے جنھوں نے اس میدان شہادت میں اپنے علم و عمل کا حق ادا کیا۔

بنی حنیفہ کے ایک سردار مجاعہ نے غلط بیانی اور فریب دہی سے حضرت خالدؓ

www.abulhasanalinadwi.org

سے ایسی صلح کرلی جس میں قبیلہ کی جان محفوظ ہوگئی، بعد میں دربار خلافت سے حکم آیا کہ بنوحنیفہ میں سے کوئی بالغ مرد نہ چھوڑا جائے مگر حضرت خالدؓ نے صلح نامہ کی پوری پابندی کی اور اطلاع دے دی کہ صلح ہوگئی تھی اس لئے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا کہ تم اپنے چچا پر قربان نہ ہوگئے، زیدؓ شہید ہوگئے اور تم زندہ موجود ہو، میں تمہارا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، عبداللہؓ نے کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے، ہم دونوں نے شہادت کی تمنا کی تھی ان کی تمنا پوری ہوگئی میری تمنا پوری نہیں ہوئی۔

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ مدعیان نبوت کے یکے بعد دیگرے جب قتل وشکست اور مرتد قبائل کی ہزیمت اور قتل وغارت سے سارا عرب مرتدین سے صاف ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ اور ان کے امراء، جیوش نے عرب کا گوشہ گوشہ اور قبیلہ قبیلہ مرتدین سے پاک کردیا اور مرتدین سے صاف طور پر کہلوادیا کہ ہم کفر پر تھے، ہمارے مقتول ناری اور تمہارے مقتول شہید ہیں جو جو کچھ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ مال غنیمت ہے اور ان کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوئے ان کی دیت (خون بہا) دی جائے گی اور جو مرتدین کے ہاتھ آیا ہے وہ مسلمانوں کو واپس کیا جائے گا اور جواب بھی ارتداد پر باقی رہنا چاہتے ہیں وہ عرب کی سرزمین چھوڑ دیں اور جہاں سینگ سمائے چلے جائیں۔

اس فتنہ ارتداد کا خاتمہ حضرت ابوبکرؓ کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر سے امتوں کی تاریخ خالی ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔ آج دنیا میں اگر اسلام محفوظ ہے اور اس کی شریعت بے کم وکاست موجود ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا فداہ) کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی کی استقامت، عزیمت، اور جدوجہد کا نتیجہ ہے، آج روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا کوئی رکن ادا ہورہا ہے، کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی شعار بلند ہے اور کہیں دین پر عمل ہو رہا ہے اس میں حضرت ابوبکرؓ کا حصہ ہے، آج نماز کی ہر رکعت، زکوۃ کا ہر پیسہ، روزہ کی ہر گھڑی، حج کے ہر رکن کے ثواب میں حضرت ابوبکرؓ کا حصہ ہے، اس لئے کہ اگر زکوۃ کے بارہ میں ڈھیل دی جاتی اور فتنۂ ارتداد کے ساتھ رواداری برتی جاتی تو نہ نماز رہتی نہ روزہ، نہ حج اور جب تک یہ دین دنیا میں باقی ہے (اور وہ قیامت تک باقی ہے) حضرت ابوبکرؓ کو اس امت کے اعمال کا اجر ملتا رہے گا۔ (رضی اللہ عن ابی بکرؓ وارضاہ)

اور یہ عزیمت واستقامت حضرت ابوبکرؓ کے اس یقین کا نتیجہ تھی جو ان کو مشکوٰۃ نبوت اور مرکز ایمان ویقین سے ملا تھا اور جس کی بنا پر وہ صدیق اکبرؓ کہلاتے ہیں جس کی بدولت انھوں نے دین کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا، اور اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو اپنی ہمت اور قوت سے پار لگا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم پر ایک ایسا وقت آیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ بروقت ابوبکرؓ کو کھڑا نہ کر دیتا تو ہماری ہلاکت میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی، ہم نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ اونٹ کے بچے (زکوۃ کے جانور) کے بارہ میں ہم جنگ نہیں کریں گے اور مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت جو کچھ بن پڑے گی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا وقت آجائے لیکن ابوبکرؓ اڑ گئے اور مرتدین کی ذلت وخواری اور ان کے فتنہ کے سدباب سے کم کسی چیز پر رضامند نہیں ہوئے۔

لیکن اس یقین کے سلسلہ میں یاد رہے کہ جو یقین کسی ضد یا نفسانیت کی بنا پر ہوتا ہے یا کسی انسانی طاقت یا بیرونی امداد پر بھروسہ پر ہوتا ہے اور اس کا سرچشمہ ایمان، عمل صالح، اعتماد علی اللہ نہ ہو، بلکہ مادی اسباب، سیاسی تدبیر اور جوڑ توڑ ہو، اس کا انجام بعض اوقات بہت خراب ہوتا ہے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ایسا یقین دنیا میں بڑی بڑی تباہیاں لایا ہے اور پوری پوری قومیں ایک جھوٹے یقین اور ایک شخص کی ضد اور

www.abulhasanalinadwi.org

نامعقول اڑ پر قربان ہوگئی ہیں، اس یقین کے لئے جس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے ضروری ہے کہ:

(۱) وہ خالص اللہ کے اعتماد پر ہو مخلوق کے کسی وعدہ یا کسی امید پر نہ ہو۔

(۲) مشورہ و تدبیر میں کمی نہ کی جائے۔ پھر بصیرت ایمانی جو کچھ فیصلہ کرے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جایا جائے۔

(۳) صاحب یقین ایمان و اخلاص کی دولت سے مالا مال اور عمل صالح سے متصف ہو اور اللہ تعالیٰ سے بندگی کا خصوصی تعلق رکھتا ہو۔

(۴) اس کی بنیاد حق اور صداقت ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مقدمہ جعلی اور کمزور نہ ہو۔

ان صفات کے بعد وہ پیش آئے گا جس کا وعدہ اس آیت میں کیا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔

"جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر جمے رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔"

آج عالم اسلام پر جو مصائب آرہے ہیں، اور دین کا ایوان جس طرح تزلزل میں ہے، مسلمانوں کے حوصلے جس طرح پست اور ان کی طبیعتیں جس طرح

www.abulhasanalinadwi.org

افسردہ ہوتی جارہی ہیں اور وہ اسلام کے مستقبل سے گویا نا امید ہوتے جارہے ہیں، یاس و نا امیدی کے الفاظ جس طرح زبانوں اور قلم پر آنے لگے ہیں اس میں اسی یقین کی ضرورت ہے، جو گرتے ہوئے دلوں کو تھام لے، بجھتی ہوئی طبیعتوں کو گرمادے اور سوتی ہوئی ہمتوں کو جگادے، خیال فرمایئے فتنۂ ارتداد کی اس صورت حال اور موجودہ صورت حال میں کتنا بڑا فرق ہے، مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نے نیم جان اور بے حال کردیا تھا، ہر شخص یتیمی کی کیفیت محسوس کررہا تھا، وہ عزیز ترین ہستی جو زخموں کا مرہم اور دلوں کی ڈھارس تھی اور جس کو اپنے میں پاکر تمام مصیبت فراموش اور ہر غم غلط ہوجاتا تھا اور جس کے چہرے کو دیکھ کر نازک دل عورت جس کو باپ بھائی، بیٹے، شوہر کی شہادت کا تازہ تازہ داغ لگا تھا پکار اٹھی تھی کل مصیبة بعدك جلل یارسول اللّٰہ، آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے یارسول اللہؐ، وہ ان کے درمیان سے اٹھ جاتی ہے اور اس کے اٹھتے ہی ہر طرف سے نرغہ ہوتا ہے اسلام کی وہ پونجی اور راس المال جو اس کا اصل سرمایہ تھا یعنی عرب اور قبائل عرب وہ ان کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے، اسلام جو عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا تھا سمٹ کر صرف مدینہ، مکہ اور طائف میں محصور ہوجاتا ہے، دشمنوں کی مرکز اسلام (مدینہ) پر بھی نگاہیں ہیں اور صبح شام حملہ کا خطرہ ہے، دائیں بائیں کی ایرانی اور رومی شہنشاہیاں بھی تاک میں ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ شروع ہوچکی ہے۔ قرآن مجید سینوں میں ہے۔ اس کی تعلیم کی ابھی عالمگیر اشاعت بھی نہیں ہوئی۔ اسلام کی ساری متاع ایک سفینہ پر ہے اور وہ سفینہ تلاطم میں ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ابوبکرؓ کی روح پاک پر اور ان کے وفادار اور سرفروش رفیقوں پر، کہ ان پر نا امیدی کا غلبہ نہ ہوا، نہ ان کے حوصلے پست ہوئے نہ ہمت شکست، انھوں نے ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری خواہش اور منشاء کی تکمیل کی، دوسری طرف سے سارے جزیرہ نمائے عرب کی پھیلی ہوئی

www.abulhasanalinadwi.org

ارتداد کی آگ کو بجھایا، پھر ایسے وقت میں دنیا کی دو عظیم ترین سلطنتوں پر حملہ کر دیا، وہ اسلامی فوجیں جو مرتدین سے جہاد کر کے بیٹھنے نہ پائی تھیں عراق وشام کی ان سلطنتوں کے سر پر پہنچ گئیں جن کے وسائل وذخائر غیر محدود اور جن کی مملکت ان کے خیال سے زیادہ وسیع تھی اور پھر جب تک عراق سے لے کر ہندوستان تک اور عرب کی شمالی سرحد سے آبنائے طارق اور آبنائے باسفورس تک سارا میدان کانٹوں سے صاف نہیں کر دیا چین سے نہیں بیٹھے، یہاں تک کہ ایشیاء میں چین کو چھوڑ کر تمام متمدن ممالک، افریقہ کا سارا آباد اور متمدن علاقہ اور یورپ کا ایک حصہ اسلام کا زیر نگیں ہو گیا۔

لیکن اس وقت کے مقابلہ میں آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہے، اس وقت مسلمان صرف مدینہ، مکہ اور طائف میں رہ گئے تھے لیکن آج دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں اسلام کے نام لیوا موجود نہ ہوں، اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ نہ تھی لیکن آج وہ اسی کروڑ سے بھی متجاوز ہیں، اس وقت تین شہروں کو چھوڑ کر اور کہیں مسلمانوں کو حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تھا لیکن آج ان کی بیسیوں حکومتیں موجود ہیں اور لاکھوں مربع میل زمین ان کے زیر اقتدار ہے، اس وقت مشکل سے ایسے مسلمان موجود تھے جنھیں اطمینان کے ساتھ دونوں وقت کھانا میسر تھا لیکن آج شاید ہی کوئی ایسا ہو جو بھوکوں مر رہا ہو، اس وقت ہزاروں کی دولت رکھنے والے مسلمان بھی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے لیکن آج کروڑوں کی مالیت رکھنے والوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے۔ آج نہ یاس کا موقع ہے نہ ہراس کا۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اللہ کے بندے بن جائیں، اپنے آپ کو ایمان ویقین اور عمل صالح سے آراستہ کریں، اگر ہم نے ایسا کر لیا تو تمام خطرات اور شبہات یقین کی حرارت اور عمل کی قوت کے سامنے اس طرح ناپید ہو جائیں گے جس طرح صبح کا کہر اور رات کی شبنم سورج کی گرمی کے سامنے ناپید ہو جاتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نیا خون

۳

امت مسلمہ کا سدا بہار درخت
ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا
کرتا رہا، اور لباس بدلتا رہا، باغ باغ کے پھول
اور چمن چمن کے شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر
آتے ہیں اور اپنی بہار دکھاتے ہیں، اس کے اندر
ساری قوموں کا وزن اور تمام نسلوں کا ست ہے،
وہ انسانیت کا جوہر اور انسانی طاقتوں کا
سب سے بڑا خزانہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نیا خون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول اللہ الکریم

کوئی جسم اس وقت تک تندرست وتوانا نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئے اور صاف خون کی تولید نہ ہوتی رہتی ہو، کوئی درخت اس وقت تک شاداب نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئی نئی پتیاں اور کونپلیں نہ نکلتی رہتی ہوں، امت مسلمہ بھی ایک جسم ہے جس کو ہر دور میں نئے خون کی ضرورت ہے۔ اس درخت کو بھی ہر موسم میں ہری بھری شاخوں اور نئی نئی پتیوں کی ضرورت ہے۔

امت مسلمہ کا سدا بہار درخت ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا کرتا رہا اور لباس بدلتا رہا، دماغی صلاحیتوں، سماجی قوت ونشاط، خاندانی ونسلی جوہر وصفات، آبائی شرافت، فطری مردانگی وشجاعت کے بڑے بڑے ذخیرے جو اپنی اپنی جگہ صدیوں سے جمع ہو رہے تھے اور حقیر حقیر چیزوں اور پست مقاصد میں ضائع ہو رہے تھے، اسلام کے ذریعہ اس امت کی طرف منتقل ہوتے رہے اور اسلام کے کام آتے رہے، باغ باغ کے پھول اور چمن چمن کے شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر آتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں اور اپنی بہار دکھاتے ہیں، کوئی ایران کا ہے کوئی خراسان کا، کوئی یمن کا ہے کوئی بدخشاں کا، کوئی مصر کا ہے کوئی اصفہان کا، ہر ایک اپنا خاص رنگ اور اپنے ملک اور قوم کا اور اپنی نسل و خاندان کا اصلی جوہر جو دوسرے ملک و قوم میں نایاب یا کمیاب تھے اپنے ساتھ لایا اور اسلام کی نذر کیا، اس طرح انسانیت کے چمن کے بہترین پھول اور پھل اسلام کے لئے ڈالی میں لگ کر آئے، اب اسلام صرف نسل عرب اور ان میں سے بھی تنہا خاندان بنی عدنان کے موروثی صفات و کمالات کا مالک نہ تھا بلکہ پوری دنیا کی دماغی صلاحیتوں، فطری شرافتوں اور قومی خصوصیتوں کا سرمایہ رکھتا تھا، اس لئے کوئی ایک قوم یا نسل خواہ وہ کتنی ہی فائق ہو دماغی یا جسمانی حیثیت سے اس کے ساتھ ایک ترازو میں تل نہیں سکتی تھی، اس کے اندر ساری قوموں کا وزن اور اس کے جسم میں دنیا کی تمام نسلوں کا ست آ گیا تھا وہ انسانیت کا جوہر تھا اور نوع انسانی کی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل و قومیت کے پرستاروں اور اپنی قوم کو خدا کی منتخب قوم سمجھنے والوں کے بالکل برخلاف اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ خدا کی بخشش اور جسم و دماغ، عقل و ادراک، فہم و فراست، شرافت و نجابت اور جواں مردی و شجاعت کے فطری عطیے کسی قوم و نسل کے ساتھ مخصوص نہیں، فطرت کا یہ سرمایہ نوع انسانی میں بہت پھیلا ہوا ہے، ذہانت و ذکاوت، مروت و شرافت، قوت و شجاعت، خدا کی مخلوق میں پوری فیاضی سے تقسیم ہوئی ہے، اس پر کسی ایک قوم یا خاندان کا اجارہ نہیں۔ جس طرح سونے چاندی کی کانیں دنیا کے بہت سے ملکوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں کہ ان کو اپنے محبوب وطن اور اپنے مقدس ملک کے ساتھ مخصوص کر دیں، اسی طرح جوہر انسانیت کی کانیں اور انسانی صفات و کمالات کے دفینے بہت سے ملکوں میں پائے جاتے ہیں "الناس معادن كمعادن الذهب والفضة" انسان بھی اعلیٰ صفات اور قابلیتوں کی کانیں ہیں جیسے سونے چاندی کی

www.abulhasanalinadwi.org

کانیں ہوتی ہیں، ویسی ہی قدیم جو ہزاروں برس سے چلی آرہی ہیں، ویسی ہی فطری جس میں انسان کی صفت کو دخل نہیں، ویسی ہی بھرپور اور بیش قیمت جو پورے پورے ملک اور انسانی حد بندیوں سے بے نیاز ہیں، ویسی ہی مخفی جو بغیر خدمت ومحنت اور تہذیب وتنظیم کے مٹی میں ملی ہوئی ہیں، ویسی ہی کھری اور اصلی، اپنی قیمت اپنے ساتھ رکھنے والی، جو ہر بازار اور ہر صرافہ میں موتیوں کے تول تُلیں اور سونے کے مول بکیں، اس میں نہ عقیدہ کا اختلاف حارج ہے نہ مذہب وملت کا فرق، سونا سونا ہے اگر چہ کافر کے ہاتھ میں ہو یا مومن کے ہاتھ میں، ہیرے کے دام ایک ہیں، اگر چہ جوہری میلا کچیلا اور بداخلاق ہو یا صاف ستھرا اور مہذب، گوہر شب چراغ بڑھیا کے جھونپڑے اور بادشاہ کے محل دونوں کو روشن کر سکتا ہے۔ فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الإسلام، جو جاہلیت میں اپنے ذہن وذکاوت اور فہم وفراست میں ممتاز تھا وہ اسلام میں بھی ان چیزوں میں ممتاز رہے گا، جو جاہلیت میں حمیت وغیرت اور قوت وشجاعت میں امتیاز رکھتا تھا، وہ اسلام میں بھی ان کمالات میں ممتاز رہے گا اور میدان جہاد میں دوسروں سے سبقت لے جائے گا، البتہ اس کی ضرورت ہے کہ جاہلیت کی ان صفات میں اسلام توازن واعتدال اور نظم وتہذیب پیدا کر دے، سونا بہر حال سونا ہے لیکن بازار میں جانے سے پہلے ضرورت ہے کہ اس کو مٹی سے صاف کر کے اور گڑھ کر اور چمکا کر اس کو زیور بنانے کے کام کا بنا دیا جائے، "فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الإسلام إذا فقھوا فی الدین" جو ان میں سے جاہلیت میں سب سے بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر رہیں گے بشرطیکہ انھیں دین میں درجہ فقاہت (جس کا لازمی نتیجہ اعتدال وتہذیب واشیاء کا صحیح تناسب معلوم ہونا ہے) حاصل ہو جائے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ اس حکمت نبویؐ کی پوری تصدیق کرتی ہے، سیدنا ابوبکرؓ اسلام سے پہلے بھی سچائی، نرم دلی، معاملہ فہمی اور اپنی سلامت روی میں ممتاز تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام نے ان اوصاف کو اور چمکایا اور ان کو صدیق بنا دیا، آنکھوں میں نمی اور دل میں محبت کی گرمی پہلے سے موجود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت نے اسی محبت کو ٹھکانہ لگا دیا، پروانہ حیران تھا اور اس کو اپنی حیرانی کی خود خبر نہ تھی شمع نے اس کو نثار ہونا اور جلنا سکھا دیا، حضرت عمرؓ دلیر تھے، بیباک تھے، طبیعت کے جری اور ارادہ کے قوی تھے پورے مکہ کو اس کا علم تھا، لیکن اس شجاعت و دلیری کو کوئی بڑا میدان نہیں ملتا تھا، اسلام کو ایک دلیر کی ضرورت تھی جو کفار کے بیچ میں اللہ کی یکتائی اور رسول اللہؐ کی رسالت کا اعلان کرے، عمرؓ کی فطری دلیری کو ایک شایان شان میدان کی ضرورت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مقبول اور اللہ کی توفیق نے ان دونوں میں رشتہ قائم کر دیا۔ عمرؓ اسلام میں آئے تھے تو اپنی شجاعت و دلیری اپنے ساتھ لائے تھے، اسلام نے اس کا اعتراف کیا، رسول اللہؐ نے اس کی قدر کی اور اس کو اپنی اصلی جگہ بتائی، حضرت عمرؓ نے اس کو ٹھیک جگہ پر صرف کر کے روم و ایران کی شہنشاہیوں کو اسلام کے قدموں پر جھکا دیا، وہ جاہلیت میں شجاع و دلیر تھے، اسلام میں بھی شجاع و دلیر تھے اور ایسا ہی ہونا چاہئے "فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام" اسی بناء پر جب فتنہ ارتداد کے موقع پر انھوں نے مانعین زکوۃ سے جہاد کرنے میں احتیاط کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "أجبار فی الجاھلیة و خوار فی الاسلام" جاہلیت میں اتنے زوردار تھے اسلام میں اتنے کمزور ہو، لیکن یہ ایک عارضی صورت تھی، وہ فطرت کی نمود نہ تھی تربیت و احتیاط کی نمود تھی بہت جلد عمرؓ اپنی فطرت اصلی پر آ گئے اور پھر کسی نے ان میں کمزوری نہ دیکھی۔ حضرت خالدؓ فطری سپہ سالار تھے اور جنگ کے فن میں مجتہدانہ درجہ رکھتے تھے، ان کی قائدانہ قابلیت، حاضر دماغی اور سوجھ بوجھ ہر جگہ اپنا کام کرتی تھی، میدان احد میں ان کی موقع شناسی اور ذہانت نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا، وہ اسلام میں آئے تو اپنی جنگی قابلیتوں، فطری مناسبتوں اور میدانی تجربوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

لے کر آئے، اسلام نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیف اللہ" کا خطاب دے کر ان کے اس کمال کا رتبہ بلند کیا اور اسلام نے قریش کے مقامی قائد کو دنیا کی سب سے بڑی فاتح سپاہ کا قائد اور یرموک کا فاتح بنا دیا، عکرمہؓ بن ابی جہل کو عربی نخوت خون میں اور ضد و انکار نا مور باپ کی میراث میں ملا تھا، پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوتا تھا جب زندگی کا رُخ بدلا تو اس کا میدان بھی بدل گیا، یرموک کے میدان میں جب بڑے بڑے شیروں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور دشمن کا ریلا آیا تو انھوں نے للکار کر کہا کہ عقل کے دشمنو! میں تو وہ ہوں جو اس وقت تک رسول کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹا جب تک حق سمجھ میں نہیں آیا کیا اب اسلام کے بعد تمہارے مقابلہ سے منہ موڑوں گا؟ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور جان دے دی۔ جاہلیت کا اڑ جانے والا اور پہاڑ کی طرح جم جانے والا انسان نئے حریف کے مقابلہ میں پہاڑوں کی طرح جما رہا، سلمان فارسیؓ، عبداللہ بن سلام تعلیم یافتہ قوموں کے افراد تھے جو علمی و کتابی باتوں اور اصطلاحات سے آشنا تھے، جب اسلام میں آئے تو اسی علمی مناسبت کے ساتھ آئے اور دین کے بہت سے علمی حصوں کو سمجھنے میں ان کو دوسروں سے زیادہ آسانی ہوئی، یہ ہزاروں مثالوں میں سے فطری صلاحیتوں کے تسلسل و تاثیر کی چند مثالیں ہیں۔

بعثت کے وقت ایران و روم، مصر و ہندوستان اپنے خاص ذہنی و نسلی امتیازات رکھتے تھے، کفر و شرک کے یہ معنی نہیں کہ یہ شاداب و مردم خیز ملک ہر صلاحیت سے محروم اور ہر کمال سے تہی دامن تھے۔ ایران نظم و نسق کی قابلیت اور تجربوں میں امتیاز رکھتا تھا، فنون لطیفہ کی ترقی نے اس میں ایک نزاکت اور لطافت پیدا کر دی تھی، ایرانی عالموں اور مصنفوں اور نوشیرواں عادل کی علمی سرپرستی اور تراجم نے اس میں علمی مذاق پیدا کر دیا تھا، ساسانیوں کی طویل سلطنت نے اس کو ملکی تنظیم، زمینوں کے بندوبست اور

www.abulhasanalinadwi.org

مالیات کا تجربہ بخشا تھا، بازنطینی جو یونان وروم ودونوں کے علمی وتہذیبی وسیاسی ترکہ کے وارث تھے علمی انداز فکر ترتیب ذہن اور عسکری زندگی میں ممتاز تھے، مصری کاشتکاری اور تجارت کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اور ان میں مذہبی شغف اور اس کے لئے قربانی کا ایسا جذبہ تھا کہ انھوں نے رومی سلطنت، بنوفیشی مذہب اور اس کے جبر واستبداد کا برسوں مقابلہ کیا تھا۔

ہندوستانی اپنی حسابی قابلیت، مالی انتظام اور وفاداری میں ممتاز تھے مسلمانوں نے ان سب ملکوں کے انسانی خزانوں سے پوری فراخ دلی سے فائدہ اٹھایا اور ان کے امتیازات وکمالات کو اسلام کے راستہ سے اپنے کام میں لگایا، ایرانی ورومی نومسلموں نے یا نومسلم خاندانوں کے فرزندوں نے اپنی ذہانت سے علم کی ترقی اور فقہ کی تدوین میں حصہ لیا، سلطنت میں دفتری نظم ونسق قائم کرنے اور مالیات کے شعبوں کے بندوبست میں مدد دی اور تجربہ کار منتظم فراہم کئے، مصریوں نے زمینوں کی کاشت کی اور تجارت و صنعت کو فروغ دیا۔

ہندوستان نے بصرہ وبغداد کو امانت دار، اور تجربہ کار محاسب، خازن اور منیب دیئے، تیسری صدی کے نصف میں جاحظ نے لکھا ہے کہ عراق کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے تاجروں اور دولت مندوں کے منشی اور منیب عموماً سندھی ہیں، اس طرح ان قوموں کی قابلیتیں اور تجربے اسلام کی طرف منتقل ہوکر اسلام کی قوت اور مسلمانوں کی اعانت کا سبب بنے، اگر عرب اپنی قوم میں ان فنون کو پیدا کرنے کے درپے ہوتے اور اس کا انتظار کرتے اور اسلام ان کے لئے ایسے تیار شدہ آدمی فراہم کر دیتا تو اس میں بڑا وقت لگتا اور پھر بھی اس میں شبہ ہے کہ ان کو ایسے کامل الفن اتنی جلدی ہاتھ لگتے۔

اسلام کا پیغام ایک ابدی پیغام ہے جو کسی نسل وقوم کے ساتھ مخصوص نہیں، قومیں اور نسلیں اس کے لئے لباس کی حیثیت رکھتی ہیں، جب ایک لباس بوسیدہ اور

www.abulhasanalinadwi.org

ناکارہ ہوجاتا ہے تو وہ ایک نیا ملبوس زیب بدن کرلیتا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم، کوئی نسل اور کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں نمو اور شادابی ہمیشہ رہے اور جس کی زندگی و توانائی یکساں طور پر قائم رہے، قوموں اور نسلوں کی بھی ایک عمر طبعی ہوتی ہے، ان کی جوانی اور بڑھاپا ہے، اشخاص کی طرح قوموں اور سلطنتوں کا بڑھاپا دور نہیں ہوتا لیکن کبھی بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر کسی قوم اور نسل میں اضمحلال اور تکان کے آثار وقت سے پہلے نمودار ہوجاتے ہیں، اس کی زندگی کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں، نئے خون کی تولید بند ہوجاتی ہے اور اس کی ہر چیز سے بوسیدگی اور کمزوری ٹپکتی ہے، حالات کے مقابلہ کی قوت، حق کے راستہ میں جہاد و قربانی کی ہمت، باہمی اتحاد و الفت اور دشمن کے خلاف جوش و حمیت اور اس کی طبعی عداوت و نفرت جو زندگی کی علامتیں ہیں مفقود ہوجاتی ہیں، اس وقت وہ کسی ایسے کام اور پیغام کے لائق نہیں رہتی جو ہمت اور عزیمت اور قلبی، روحانی اور ذہنی قوت کا طالب ہے۔ اسلام کو ابتدائی زمانہ سے جب کبھی ایسی صورت حال سے سابقہ پڑا، اور اسلام کے علمبرداروں میں جب ناکارگی اور میدان سے فرار کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں، فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت کے لئے ایک تازہ دم جوان ہمت قوم کو آمادہ کردیا جس نے اس کا گرتا ہوا علم سنبھال لیا۔ اس قوم یا جماعت میں ایمانی زندگی کی سب علامتیں پائی جاتی تھیں۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (سورہ المائدہ:۵۴)

"اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے اہل ایمان کے حق میں نرم کافروں پر سخت ہیں اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

یہ در حقیقت لباس کی تبدیلی تھی۔ عالمگیر اور زندہ جاوید اسلام ان کے لئے مجبور نہیں رہے کہ وہ ایک بوسیدہ اور ناکارہ لباس ہی میں ملبوس رہے اور چیتھڑے ہی بدن پر لگائے رہے "إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين" (مسلم) اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو رفعت دیتا ہے اور (جو اس کو چھوڑ دیں) گراتا ہے۔

جب اسلام کے ابتدائی حاملین عربوں میں ضعف واضمحلال پیدا ہوا، اسلام سے بے تعلقی اور جہاد و سرفروشی میں انحطاط اور دنیا میں انہماک ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خدمت اور اسلام کا علم جہاد بلند کرنے کے لئے عجمی نسلوں کے افراد اور جدید الاسلام خاندانوں کے فرزندوں کو تیار کردیا، جو اسلامی حمیت، جذبۂ جہاد، شوق شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق میں صحیح النسب سادات وشیوخ سے بڑھے ہوئے تھے، جب یورپ سے صلیبی حملہ آوروں کی یلغار ہوئی اور فلسطین وشام اور عربی ممالک بالعموم خطرہ میں پڑ گئے، گستاخ اور شوخ نگاہیں حرم نبویؐ کی طرف بھی اٹھیں اور بیباک اور ناپاک زبانوں نے گستاخانہ کلمات نکالے تو اسلام کی عزت بچانے اور ناموس رسول کی حفاظت کے لیے جو جواں مرد میدان میں آئے ان میں سے ایک زنگی تھا اور ایک کرد (روحی فداہما) سلطان نور الدین شہیدؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے نہ صرف اسلام کی عزت بچالی بلکہ یورپ پر اسلام کی دھاک بٹھادی، گستاخ پرنس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہوئے سلطان نے ایمان وعشق میں ڈوبے ہوئے جو کلمات کہے (اليوم انتصر المحمد صلى الله عليه وسلم (آج میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں۔) وہ ایک بڑے سے بڑے ہاشمی، صدیقی، فاروقی کے لئے بھی طرہ افتخار اور وسیلہ نجات ہیں۔ آج کون ہاشمی ہے جو اس پر سو جان سے قربان نہ ہو، جس نے بارگاہ رسالت کی شان میں بے ادبی کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

والے کو عشق و محبت میں مخمور ہو کر بھرپور ہاتھ سے قتل کیا، کون ہے جو اپنے ایمان کو اس کرد کے ایمان کے ساتھ تلوانے کے لئے تیار ہو، جس کے بزرگ چند ہی پشت اوپر کردستان کی جہالت و ظلمت میں گم ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

پھر جب عباسیوں کو اپنے عیش و عشرت سے فرصت نہ ہوئی تو اسلام کی شوکت و عظمت کی حفاظت کے لئے سلجوقیوں کو تیار کر دیا گیا جنہوں نے ایک صدی کے قریب یورپ میں علم جہاد بلند رکھا اور نظامیہ بغداد اور مدرسہ نیشاپور کے ذریعہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے دریا بہائے، پھر جب عباسیوں کے درخت اقبال کو گھن کھا گیا اور تاتاری حملہ نے اس کو جڑ سے اکھیڑ دیا تو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزندوں کا خون بہایا تھا وہ اس کے غلاموں کی صف میں داخل ہو گئے، یہ سب اسلام کے سدا بہار درخت کی نئی پتیاں اور شگوفے تھے جنہوں نے اس کی سرسبزی قائم رکھی۔ پھر جب مشرق کی تمام پرانی مسلمان قوموں پر عالمگیر اضمحلال طاری ہو گیا اور زندگی کی کوئی چنگاری کہیں باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ نے مغرب میں اسلام کا ایک شعلۂ جوالہ پیدا کیا جس نے صدیوں یورپ کی مرضی کے بالکل خلاف اسلام کا علم بلند رکھا، یہ عثمانی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں نہ تھے مگر قرآن کی خدمت و اشاعت اور فتوحات کی وسعت میں ان کو حضرت عثمانؓ سے روحانی نسبت ہے۔

نومسلم قوموں اور نومسلم خاندانوں اور لاکھوں کی تعداد میں ان نومسلم افراد کو کہاں تک گنایا جا سکتا ہے جنھوں نے امت مسلمہ کے جسم میں صالح اور طاقتور خون پہنچایا، جنہوں نے اپنی فکری صلاحیت اور نسلی ذکاوت اور قومی شجاعت سے مسلمانوں میں کبھی اجتہاد اور کبھی جہاد کی روح پھونکی، اسلامی کتب خانہ میں گراں قدر اضافے کئے، فکر و نظر کی نئی نئی راہیں نکالیں، قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں، حدیث کی شرحیں کیں، فقہ کے مجموعے مرتب کئے، یہ نیشاپوری اور ابوالسعود ترکی کون ہیں جن کی تفسیریں حلقہ

www.abulhasanalinadwi.org

درس کی زینت ہیں؟ یہ بیضاوی کے محشی شیخ زادہ اور سیالکوٹی کون ہیں؟ یہ حدیث کے خادموں میں زیلعی ابن الترکمانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟ فقہ کا طالب علم مرغینانی صاحب ہدایہ اور تاتارخانی صاحب فتاوی کو کیسے بھول سکتا ہے۔ یہ سب کیا تھا اسلام کی علمی و ذہنی فتوحات اور امت مسلمہ کے جسم میں نئے اور تازہ خون کی تولید!"

آخر آخر دور تک اسلام کی فتح و تسخیر کا کام جاری رہا اور اس خزانہ میں نئے نئے سکّوں کی آمد ہوتی رہی ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں اسلام کی تبلیغ اور تاثیر عرصہ دراز سے بہت کمزور ہے اسلام خود ہی بہت سے جیتے جاگتے اشخاص، روشن دماغ اور گرم دل بلند نظر افراد کو کھینچتا رہا اور اپنی محبت سے گھائل کرتا رہا جن کی نظیر افسردہ پژمردہ کم نگاہ و بے یقین مسلمانوں میں نہیں ملتی، انھوں نے مسلمانوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی، ان میں اسلام کی صداقت پر تازہ یقین پیدا کر دیا، دماغوں کو اپنے علم سے روشن اور دلوں کو اپنے عشق کی حرارت سے گرما دیا، دور کیوں جایئے، کتنے خاندانی مسلمان اس عشق کا دعوی کر سکتے ہیں، جو عشق اقبال کو رسولؐ سے ہے؟ یہی عشق و تعلق ہے جو اس کی زبان سے یہ شعر نکلواتا ہے۔

تو اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اور یہ اشعار اس کی زبان پر آتے ہیں۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است — آبروئے ما زنام مصطفیٰ است
خاک یثرب از دو عالم خوشتر است — اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

وہ کبھی وجد میں آکر کہنے لگتا ہے۔

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر بن جائیں
کہ برفتر اک صاحب دولتے بستم سر خود را

www.abulhasanalinadwi.org

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طاہا

اسی تعلق نے اس کو دانش فرنگ سے مسحور ہونے سے بچایا۔

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آخر زمانہ میں یہ حال ہوگیا تھا کہ مدینہ کا کسی نے نام لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، کتنے قریشی و ہاشمی اس برہمن زادہ کے ذات نبویؐ سے عشق و تعلق میں ہمسری کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟

پھر اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت پر ایسا غیر متزلزل یقین ہے کہ بجا طور پر ایک فلسفہ زدہ سید زادہ کو خطاب کرکے کہتا ہے۔

میں اصل کا خاص سومناتی — آبا میرے لاتی و مناتی
تو سید ہاشمی کی اولاد — میری کف خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب وگل میں — پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے — اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
دین مسلک زندگی کی تقویم — دین سرّ محمد و ابراہیم
دل درسخن محمدی بند — اے پور علی، زبو علی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نہ داری — قائد قریشی بہ از بخاری

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سپر وخاندان کے ایک کشمیری برہمن زادہ کا کلام ہے اور کیا آج سادات وشیوخ کے نجیب الطرفین خاندانوں میں جن کے پاس اپنے خاندانی

www.abulhasanalinadwi.org

شجرے ہیں یہ یقین اور ایمان پایا جاتا ہے؟ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

پھر اسلام کی حمیت وغیرت میں، روح اسلام کی ترجمانی میں، وقت کے فتنوں اور جاہلیت فرنگ کی تشخیص اور قومیت ووطنیت سے نفرت اور تردید میں کتنے اصحاب علم وصلاح اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

ادھر پچھلے برسوں میں چند کتابیں صحیح اسلامی فکر اور مربوط طرز تحریر واستدلال کا نمونہ پیش کرتی ہیں اور اسلام کی کامیاب ترجمانی کا فرض انجام دیتی ہیں۔ ان میں آسٹریا کے ایک یہودی النسل جرمن نومسلم محمد اسد کی انگریزی کتاب (Islam at the cross road) بھی ہے۔ یہ سب اسلام کی تازہ علمی وذہنی واخلاقی فتوحات ہیں جو ہم کو مستقبل کی طرف سے ناامید ہونے سے باز رکھتی ہیں۔

لیکن عام طور پر مسلمانوں نے فتح وتسخیر کے ان میدانوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں ہیں جہاں سے ان کو ہمیشہ زندگی کا ابلتا اور جوش مارتا ہوا خون، تازہ دم دماغ، دردمند وپرسوز دل اور متحرک اور برق وش جسم ملتے رہے، مسلمان روز بروز ان میدانوں سے مایوس ہوتے جا رہے ہیں اور قدیم میدانوں کے سوا کسی طرف توجہ نہیں کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا رأس المال اور اصل پونجی یہی ہے کہ اس کو کسی حال میں تلف نہیں ہونے دینا چاہئے لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ جس سرمایہ میں اضافہ اور جس پونجی میں نئی آمد نہ ہو وہ ایک دن ختم ہو جائے گی، ہمیں اس سرمایہ میں اضافہ اور نئی آمدنی کے اسباب ووسائل پر غور ضرور کرتے رہنا چاہئے، پرانے خاندانوں اور نسلوں میں افسردگی اور بوسیدگی اور اسلام کی دوبارہ ترقی سے ناامیدی بڑھتی جا رہی ہے، اعصاب ٹھٹھرے جا رہے ہیں، اعضا مضمحل ہو رہے ہیں، قلب روز بروز ضعیف اور دماغ مفلوج ہو رہا ہے، کوئی دینی پیغام، کوئی دینی تحریک، کوئی درد واخلاص، کوئی علم وحکمت، کوئی شاعری وخطابت اس گروہ میں زندگی نہیں پیدا کر رہی ہے جو چیزیں

www.abulhasanalinadwi.org

قوموں میں جنون کی لہر اور موت کا عشق پیدا کر دیتی ہیں، وہ ان مسلمانوں کو چونکانے سے بھی قاصر ہیں، بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو دین سے اور دین کی راہوں سے، دین کی اصطلاحوں سے، دین کے انعامات سے، دین کی ترغیبات سے کوئی مناسبت اور اس میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں رہی۔ آخرت خارج از بحث چیز ہے، جنت دوزخ بے معنی الفاظ ہیں، اس پر دنیا طلبی، زر طلبی اور زمانہ سازی کا طلسم قائم ہے:

"اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ"

"سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے۔"

ان کا حال ہے، بہت سے لوگوں کی علمی صلاحیت محدود ہے، فطری طور پر اور نسلی اثرات صدیوں کے جمود و بے علمی کی وجہ سے، ان کے قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں حد درجہ افسردگی اور برودت ہے، وہ زندگی کی کشمکش میں حصہ نہیں لے سکتے اور اسلام کے لئے قربانی اور جد و جہد سے قاصر ہیں، ایسی حالت میں اگر اسلام کی قسمت ان سست عناصر اقوام و افراد کے ساتھ وابستہ کر دی جائے اور ساری کوشش انہیں پر منحصر کر دی جائے تو یہ مستقبل کے لئے بڑا خطرہ ہے، ضرورت ہے کہ ان قدیم الاسلام اقوام اور خاندانوں کے دین کی پوری حفاظت اور اس کے لئے انتہائی جد و جہد کے ساتھ نئے نئے میدانوں کی طرف بھی رخ کیا جائے اور اسلام کی دعوت کو وہاں تک پہنچایا جائے جس دین نے ناامیدی اور مایوسی کی حالت میں تاتاریوں اور عثمانی ترکوں کو اسلام کا علم بردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار بنایا اور جو ہمیشہ دنیا کے صنم خانوں سے کعبہ کے لئے پاسبان مہیا کرتا رہا ہو کیا اب اپنے حریفوں میں سے حلیف اور دین فطرت کا حلقہ بگوش نہیں بنا سکتا؟ ہم جب تک اس کی منظم اور پر جوش کوشش نہ کر لیں ہم کو مایوس ہونے اور اس کے خلاف رائے قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اسلام کو اس وقت نئے خون، نئی امنگوں، نئے ولولے اور نئے جوش عمل اور

www.abulhasanalinadwi.org

جذبۂ قربانی کی ضرورت ہے، یہ نیا خون، نیا جوش اور قربانی بہت سی جگہ موجود ہے لیکن پست مقاصد اور غلط میدانوں میں صرف ہو رہا ہے، جو چیز اسلام کے کام نہیں آ رہی ہے وہ صرف ضائع نہیں ہو رہی ہے بلکہ دنیا کی تباہی کا باعث ہو رہی ہے، اسلام کی دعوت ابھی ان گوشوں میں نہیں پہنچی، ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کو ان قوموں اور طبقوں تک پہنچا کر اسلام کی طاقت اور ایمان کی ان کیفیات کا تماشہ دیکھیں جو ہمیں دنیا کی تاریخ میں نو مسلموں کی زندگی میں وقتاً فوقتاً نظر آتی ہیں، ہمیں ان نو مسلموں کی زندگی میں اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و امامت عالم پر اس درجہ کا یقین، ذات نبویؐ کے ساتھ وہ عشق و شیفتگی اور اسلام کی برتری کے لئے ایسی جدوجہد اور سرفروشی دیکھنے میں آئے گی جس کے سامنے ہم پشتینی مسلمانوں کو شرم آئے گی اور جس کی نظیر صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

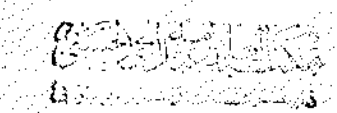

۵۶۰
۱۱۲۲۹

مذہب یا تہذیب

۴

مذہب اصول دیتا ہے۔ تہذیب
بنے بنائے سانچے۔ مذہب زندگی کو وسیع اور
لچکدار بناتا ہے۔ تہذیب تنگ اور بے لچک بناتی
ہے، مذہب تمام انسانوں کو ایک طرح کے اصول زندگی
ایک مقصد زندگی، ایک روح زندگی اور پیغام زندگی دیتا
ہے اور تہذیب چھوٹے چھوٹے دائروں میں تقسیم
کر کے ایک دوسرے کے درمیان رسوم وعادات
کی دیواریں کھڑی کر دیتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مذہب یا تہذیب

کس کی دعوت صحیح ہے؟

آج کل پرانی تہذیبوں کے زندہ کرنے کا شوق ہر ملک اور ہر قوم میں عام ہے، کوئی دو ہزار برس پہلے کی تہذیب کو زندہ کرنا چاہتا ہے، کوئی چار ہزار برس قبل مسیح کے دور کو واپس لانا چاہتا ہے، جن ملکوں کو نئی نئی آزادی ملی ہے وہاں ہر طرف یہی نعرہ بلند ہے کہ اپنے ملک کی ہزاروں سال پرانی تہذیب کو زندہ کرنے میں اب کیا رکاوٹ ہے؟ کہیں اس پر فخر کیا جاتا ہے کہ ہماری تہذیب دنیا کی سب سے پرانی تہذیب ہے۔ کہیں کہا جارہا ہے کہ ہماری زبان اور تہذیب کی یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے ہزاروں سال تک بیرونی اثرات قبول نہیں کیے، اور وہ ہزاروں سال پہلے کی شکل وصورت پر قائم ہیں۔

ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس جذبہ اور مطالبہ کا محرّک اور اس کی بنیاد کیا ہے؟ کیا کسی بہتر نئی زندگی کی تلاش، مٹی ہوئی اور کھوئی ہوئی اخلاقی خوبیوں کی بازیافت، ایک صالح تر نظام زندگی اور ایک بہتر معاشرہ کا احیاء جس میں زیادہ روحانیت ومعنویت، امن واطمینان، سکون قلب، خلوص ومحبت، حقوق باہمی کی ادائیگی، خدا ترسی اور احساس

www.abulhasanalinadwi.org

ذمہ داری تھا، اور کم سے کم نفسانیت وخودغرضی، مادیت وبداخلاقی، خدافراموشی ونفس پرستی تھی، ہم جب پرانی تہذیب کو زندہ کرنے کی دعوت ومطالبہ کی علمی تنقید وتحلیل کرتے ہیں اور اس دعوت کے علمبرداروں اور پرجوش وکیلوں کی زندگی اور اخلاق کا ان کی دعوت سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہم کو بڑی مایوسی ہوتی ہے، ان کی تقریروں اور تحریروں میں اخلاق اور اس کی بنیادوں، روحانیت اور ایمان واعتقاد کا سرے سے تذکرہ اور اہمیت نہیں، محض تمدن کے سطحی مظاہر اور فنون لطیفہ زبان وکلچر کا تذکرہ ہے جن کو اخلاق و معاشرت سے زیادہ سروکار نہیں، ان کے ادب میں ہمیں موجودہ مادہ پرست نظام زندگی پر کوئی گہری تنقید اور اس سے بیزاری نظر نہیں آتی، اور نہ زندگی کی ان گہری بنیادوں سے دلچسپی جن پر زندگی کی عمارت تعمیر ہوتی ہے، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ پرانی تہذیب کے احیاء کی دعوت کے ساتھ ساتھ اس غلط نظام زندگی کے ساتھ جگہ جگہ پر ساز باز کئے ہوئے ہیں، جابجا اس کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں، اور کہیں اس سے انحراف یا بغاوت کرتے نظر نہیں آتے، انھوں نے اسی ڈھنگ پر آئین سازی کا کام جاری رکھا، نظام تعلیم کو اس کی لادینی اور غیر اخلاقی روح کے ساتھ قبول کیا، غیر مذہبی ریاست کا اعلان کیا، مملکت کی ساری تنظیم غیر دینی اور غیر اخلاقی بنیادوں پر کی، مسائل زندگی اور ان کے حل کی کوشش میں بے نظیموں، بدعنوانیوں، رشوت، چور بازاری اور نفع خوری اور دوسری خرابیوں کے دور کرنے میں ان کا ذہن بیسویں صدی کے مادہ پرست مغربی ذہن سے کسی طرح مختلف اور بہتر طریقہ پر سوچنے والا نہیں اور کہیں بھی اس گہرے تفکرات کا ثبوت نہیں دیتا جو مشرق کی قدیم مذہبی قوموں کی خصوصیت ہے، مشکلات اور نئی نئی الجھنوں کی وہی تعبیر اور ان کو دور کرنے اور سلجھانے کی وہی اوچھی تدابیر جو یورپ وامریکہ میں سوچی اور آزمائی جاتی ہیں، نئی کمیٹیوں کی ترتیب، تحقیقاتی کمیشنوں، انسداد رشوت ستانی کے لئے نئے افسروں کا تقرر، غلہ کی نایابی کے لئے راشننگ،

www.abulhasanalinadwi.org

قیمتوں کی افزونی کا علاج قیمتوں کا کنٹرول وغیرہ وغیرہ، ہم نے یہ کبھی نہیں سنا کہ پرانی تہذیبوں کے قدر دانوں اور ویدک تہذیب اور پراچین ہندوستان کے داعیوں کی طرف سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہو کہ عوام میں اخلاقی احساس اور مذہبی روح کو بیدار کرنے کی کوشش کی جائے، اور ان میں پرانے زمانے کا ایمان واعتقاد پیدا کیا جائے، جزا وسزا کے مذہبی عقیدہ اور یقین کو دوبارہ زندہ کیا جائے جس کے بغیر آدمی جرائم اور بداخلاقیوں سے اجتناب نہیں کر سکتا، یورپ کے مادی فلسفہ کی تردید کی جائے، دولت پرستی کی بحرانی کیفیت کو جو ساری قوم پر طاری ہوگئی ہے کم کرنے کی کوشش کی جائے، اخلاق وروحانیت کی منظم ومؤثر طریقہ پر تلقین کی جائے، ہم کہیں اس کا کوئی ذکر وفکر نہیں پاتے، ہر طرف پرانی تہذیب کے ایک مبہم لفظ اور زبان وکلچر کی صدا بلند ہے جس کے پیچھے نہ کوئی روحانی خواہش ہے نہ کوئی اخلاقی جذبہ اس بنا پر ہم جب تہذیب قدیم کے احیاء کی دعوت کو جانچتے ہیں اور اس کے ذہنی وقلبی محرکات کو تلاش کرتے ہیں تو ہم کو ایسا نظر آتا ہے کہ اس کی تہ میں صرف قوم پرستی اور نسلی غرور کا جذبہ کام کر رہا ہے یا اس تہذیب کے خلاف ردعمل کا جذبہ جو اس پچھلے ہزار برس میں ہندوستان میں برسر عروج رہی ہے اور اس کا جرم یہ ہے کہ اس کا بہت سا حصہ ہمالیہ کی دیواروں کے مغربی یا شمالی جانب سے آیا ہے، درحقیقت ان میں سے کوئی چیز بھی سنجیدگی اور گہرائی نہیں رکھتی اور محض طفلانہ احساسات اور عامیانہ جذبات پر مبنی ہے، قوم پرستی اور نسلی غرور وتکبر دنیا کے سب سے بڑے تخریبی عناصر رہے ہیں جنھوں نے بار بار سکندر وچنگیز کے لباس میں دنیا کو تہ وبالا کیا ہے، کسی قدیم تہذیب کے مٹے ہوئے نشانات سے کسی ملک وقوم کی تعمیر نہیں ہو سکتی، تعمیر کے لئے صرف صحیح مذہب کی بنیادیں ہیں جو زندگی کی حدود متعین کر کے زندگی کی پوری وسعت میں اس کی لچک اور اس کی ترقی کو تسلیم کرنا ہے، اور ان حدود کے اندر زندگی کو پورے طور پر پھلنے پھولنے اور دوڑنے بھاگنے کا حق دینا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

خواہ دس ہزار برس کی مقدس تہذیب ہو یا دو ہزار برس کا تمدن، وہ ایک خاص قطع کا لباس ہے جو عصر جدید اور ایک نوخیز قوم کے جسم پر سلامت نہیں رہ سکتا۔ پرانی تہذیب ہمیں ایک سلا ہوا لباس دیتی ہے۔ دو ہزار برس قبل مسیح یا چار سو برس بعد مسیح کا لباس بیسویں صدی عیسوی کے جسم پر کس طرح راست آسکتا ہے۔ مذہب ہمیں لباس کے اصول وحدود عطا کرتا ہے، اور زندگی کی اشیائے خام سے ہمیں سامان تیار کرنے کے اخلاقی ضوابط بخشتا ہے، وہ ایک خاص طرح کی آستین، خاص شکل کا دامن، خاص نمونہ کی کلی، خاص طرز کے تکمے نہیں دیتا، وہ یہ کہتا ہے کہ لباس ساتر (پردہ پوش) ہو غرور پیدا کرنے والا نہ ہو، اسراف سے محفوظ ہو، تنعم وراحت پسندی کا پیدا کرنے والا نہ ہو، حتی الامکان اس میں سادگی واعتدال کا لحاظ رکھا گیا ہو، ان حدود کے اندر آپ کو ہر زمانہ ہر ملک ہر موسم اور ہر طرح کے حالات وضروریات کے لئے لباس تیار کرنے کی پوری آزادی ہے، تہذیب قدیم اصرار کرتی ہے کہ کرتہ فلاں نمونہ کا ہو جو دو ہزار برس پہلے فلاں دور میں استعمال ہوتا تھا، پاجامہ کی جگہ دھوتی یا لنگوٹ ہو کہ وہ پرکھوں کا شعار ہے، جاڑوں میں کمبل یا رضائی کے علاوہ کچھ استعمال نہ کیا جائے کہ یہ سب چیزیں باہر سے آئی ہیں۔ مذہب کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں، اندرون ملک و بیرون ملک، دیس پردیس، قدیم وجدید کی تقسیم اس کے یہاں بے معنی اور فضول ہے، اس کے نزدیک زندگی کے کچھ ہمہ گیر اصول ہیں، جو ہر ملک، وقوم اور ہر زمانہ کے لئے عام ہیں، وہ انسانوں سے یہ نہیں کہتا کہ یہ لباس تمہارے دیس کا ہے یہ پردیس کا، تمہارے باپ دادا یہ پہنتے تھے یہ نہیں پہنتے تھے، وہ تمام انسانوں سے کہتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (اعراف۔ع۳)

"اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے وہ لباس پیدا کیا ہے جو تم کو

www.abulhasanalinadwi.org

برہنگی سے بچائے اور آرائش کے کپڑے اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔"

اس کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ فلاں کھانا فلاں ملک کا ہے اور فلاں پھل کو فلاں قوم نے ترقی دی، فلاں کھانے کی اس لئے سرپرستی کی جائے کہ وہ ہمارے ملک کا قدیم ترین کھانا ہے اور فلاں قسم کے آداب طعام کا اس لئے مقاطعہ کیا جائے کہ ایک حملہ آور قوم ان کو اپنے ساتھ لائی تھی، وہ صرف یہ کہتا ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(اعراف۔ع ۳)

"کھاؤ پیو اور بیجا خرچ نہ کرو اس کو بے جا خرچ کرنے والے پسند نہیں آتے۔"

ساری زندگی میں مذہب و تہذیب کا یہی اصولی فرق نظر آئے گا۔

مذہب اصول عطا کرتا ہے، تہذیب بنے بنائے سانچے دیتی ہے وہ بھی سینکڑوں ہزاروں برس پہلے کے جو اپنی زندگی کھو چکے ہیں، اور جگہ جگہ سے ٹوٹ چکے ہیں۔ مذہب زندگی کو وسیع اور لچکدار بناتا ہے۔ تہذیب اس کو تنگ اور بے لچک بناتی ہے۔ مذہب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ قدیم تہذیب صدہا چیزوں سے محروم کرتی ہے۔ مذہب کہتا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (اعراف:ع ۴)

"پوچھئے کس نے اللہ کی پیدا کی ہوئی وہ زینت حرام کی جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور کھانے کی صاف ستھری چیزیں۔"

اور قدیم تہذیب ہر چیز میں اپنا نشان ڈھونڈھتی ہے جہاں اس کو اپنا نشان

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ملتا اس کو وہ رد کرتی ہے یا اس پر ناک بھوں چڑھاتی ہے۔

قدیم تہذیبیں انسانوں کو چھوٹے چھوٹے دائروں میں تقسیم کرتی ہیں اور انسانوں کے درمیان، ملکوں اور ملکوں کے درمیان، قوموں اور قوموں کے درمیان بلکہ صوبوں اور صوبوں کے درمیان، رسوم و عادات کی دیواریں کھڑی کرتی ہیں، مذہب تمام انسانوں کو ایک طرح کے اصول زندگی، ایک مقصد زندگی، ایک روح زندگی اور پیغام زندگی عطا کرتا ہے، قدیم تہذیبوں کے مطالعہ اور قدیم تاریخ کے اثر سے جو ذہنیت تیار ہوتی ہے وہ قومی عروج اور دور قدیم کی بازگشت کے لئے ناانصافی، تنگ نظری اور ظلم سکھاتی ہے، اس لئے کہ بعض وقت اس کے بغیر اس تہذیبی دور کی واپسی مشکل ہوتی ہے، اس لئے یورپ کی جن قوموں کا ذہنی و سیاسی نشو و نما قدیم تہذیب اور قدیم تاریخ کی بنیاد پر ہوا وہ بڑی ظالم و مغرور اور بے رحم ثابت ہوئیں، مذہب کی تعلیم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (المائدہ۔ع ۲)

"اے ایمان والو! اللہ کے واسطے کھڑے ہونے والے انصاف کی گواہی دینے والے بنو اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو یہی بات خدا کے خوف و لحاظ سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے"

قدیم تہذیبیں کہتی ہیں کہ آؤ اس دور کی طرف جب ایسے رسم و رواج تھے، کھانے پینے کا یہ طریقہ تھا، لباس کا یہ طرز تھا، کھانے کے یہ برتن تھے یا فلاں درخت کے پتے تھے، سواری کے لئے رتھ تھے یا بیل گاڑیاں تھیں، یا اونٹ تھے، آؤ شدھ

www.abulhasanalinadwi.org

سنسکرت کی طرف یا خالص عربی کی طرف یا زبان پہلوی کی طرف۔

مذہب کو ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں، اس کی نظر میں وسائل اہم نہیں مقاصد اہم ہیں اور وہ روح اور ذہنیت اہم ہے جس کے ساتھ یہ وسائل استعمال کئے جاتے ہیں۔ رتھ، بیل گاڑی، اونٹ کی سواری یا ریل، موٹر یا ہوائی جہاز ان وسائل سفر میں جب جس کی ضرورت ہو اور مقصد سفر کے لئے زیادہ مفید ہو اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی نگاہ میں ضروری یہ ہے کہ:۔

لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۔ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

(الزخرف: ع ۱)

"تم ان سواریوں پر سوار ہو پھر اللہ کے احسان کو یاد کرو جب تم ان پر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ پاک ہے اس کی ذات جس نے ہمارے قابو میں ان سواریوں کو دیا اور یہ ہمارے بس کی تو نہ تھیں اور ہم اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔"

مذہب کی دعوت یہ نہیں کہ آؤ عبرانی زبان کی طرف یا عربی یا سنسکرت یا فارسی کی طرف، مذہب کی صاف دعوت سب کے لئے وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مذہب کو دی۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط (آل عمران۔ ع ۷)

"اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان

www.abulhasanalinadwi.org

برابر ہے کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا
کسی کو اور ہم میں سے ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب نہ بنائے۔"

اس لئے قدیم تہذیبوں کا احیاء انسانیت کے لئے ایک مصیبت اور ایک فتنہ ہے، جو نئی نئی جنگیں اور نئے نئے اختلافات اور نئی مشکلات پیدا کرے گا، صحیح مذہب کی دعوت، پیام رحمت اور انسانیت عامہ کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

پھر فرض کیجئے کہ خدانخواستہ سب قدیم تہذیبیں اپنے حامیوں کی خواہش کے مطابق زندہ ہو جائیں، ہندوستان، یونان، روم، ایران، عرب کی قدیم تہذیبیں دوبارہ واپس آجائیں تو دنیا میں کیسا فتنہ برپا ہو اور کیا تماشہ دیکھنے میں آئے، ظاہر ہے کہ یہ تہذیبیں زندہ ہوں گی تو اپنے تمام خصوصیات اور محاسن و معایب کے ساتھ زندہ ہوں گی۔ آپ کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ فلاں قدیم تہذیب ضرور زندہ ہو مگر فلاں معائب اور نقائص جو اس کی پوری زندگی میں قائم رہے ہیں زندہ نہ ہوں، اور اس کا آپ کو اختیار ہی کب ہے؟ ہر تہذیب اپنے تمام مزاجی خصوصیات اور امتیازی صفات کے ساتھ زندہ ہوگی، اب دنیا کا نقشہ کیا ہوگا، ہندوستان میں شہوانیت کا دور دورہ ہے، سخت طبقاتی ناانصافی اور چھوت چھات پایا جاتا ہے، عورتیں ستی ہو رہی ہیں۔ یونان میں دیویوں کی قربان گاہوں پر حیا سوز افعال کئے جارہے ہیں، عصمت فروشی ایک معزز و پسندیدہ پیشہ ہے۔ روم میں غلاموں پر تیل چھڑک کر آگ لگا کر دعوتوں میں روشنی کا انتظام کیا جارہا ہے، اور اس انسانیت سوز روشنی میں پر تکلف دعوتوں اور شاہانہ ضیافتوں کا انتظام کیا جارہا ہے۔ سیانی کے دنگل گرم ہیں جہاں ایک انسان دوسرے انسان پر محض لوگوں کی شوق تماش بینی کی تسکین کے لئے تلوار سے حملہ آور ہوتا ہے اور دیکھتے دیکھتے ایک انسان خاک و خون میں لوٹتا نظر آتا ہے، مجمع اس کی آخری کراہ سننے کے لئے، نزع کی کیفیت دیکھنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتا ہے اور پولیس کو انتظام مشکل

www.abulhasanalinadwi.org

ہوجاتا ہے۔ایران میں آتش پرستی ہورہی ہے، امراء ایک لاکھ کی صرف ٹوپی پہنے ہوئے ہیں اور غرباء سردی میں ٹھٹھر کر مررہے ہیں، حقیقی بہن سے نکاح کا دستور ہے، اور ایک طبقہ عورت کو سوسائٹی کی ملکیت عامہ بنانے کا طلب گار ہے۔عرب میں معصوم بچیاں دفن کی جارہی ہیں، قافلے لٹ رہے ہیں، بے بات کی بات پر چالیس چالیس برس تک جنگیں جاری رہتی ہیں، شراب، جوئے اور بداخلاقی کے عریاں قصوں کو فخریہ اشعار میں بیان کیا جارہا ہے اور ان اشعار کو کعبہ میں آویزاں کرکے شاعری کی قدردانی کا ثبوت دیا جارہا ہے، کیا یہ دنیا کا کچھا چھا نقشہ ہوگا اور کیا اس بات کے لئے کوئی قانونی و اخلاقی جواز ہے کہ ہندوستان کی چار ہزار برس پہلے کی تہذیب تو ضرور زندہ ہو لیکن ایران وعرب کی ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی تہذیبیں زندہ نہ ہوں؟؟ اگر ہر ملک میں اس کی قدیم تہذیب کو زندہ ہونے کا حق ہے تو دنیا کا ہر ملک اس حق کا طلب گار ہے اور ہمیں استثنا کا کوئی حق نہیں۔

دراصل ان تہذیبوں کے مٹ جانے میں اللہ کا بڑا فضل شامل تھا، ان کے ساتھ ان کی بہت سی بے اعتدالیاں اور ناانصافیاں بھی مٹ گئیں، اور انسانوں کی ایک بڑی جماعت کو ان سے نجات ملی، قومی تعصبات سے اگر آزاد ہوکر ہم تاریخ وفلسفۂ تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم کو نظر آئے گا کہ دنیا میں جو چیز مٹی اس کو مٹ ہی جانا چاہئے تھا، اس کا مٹ جانا اس کی علامت ہے کہ اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تھی اور وہ اپنی عمر پوری کرچکی تھی، کسی دوسرے نظام زندگی کا اس پر غالب آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ غالب آنے والا نظام زندگی اس سے فائق و برتر تھا اور زندگی کا زیادہ استحقاق اور استعداد رکھتا تھا۔اب ان مٹی ہوئی تہذیبوں کا دوبارہ زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے فراعنۂ مصر کی مسالہ لگی ہوئی لاشوں (ممی) کو ان کے مقبروں سے نکال کر دوبارہ مصر کے تخت پر بٹھانا اور حکومت کے اختیارات کو ان کے حوالہ کرنا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، دنیا میں کوئی فلسفہ اور نظام زندگی بغیر روح اور اپنے مخصوص پیغام کے زندہ نہیں رہ سکتا، جن تہذیبوں کی روح نکل چکی، وہ اپنا پیغام اپنے زمانہ کی محدود دنیا کو سنا چکیں اب نہ ان میں عصر حاضر کی روح ہے نہ دنیا کے لئے کوئی پیغام، نہ ان کے پاس انسانیت کے مسائل و مشکلات کا کوئی حل ہے، نہ سرگشتہ و حیران قوموں کے لئے راہ عمل، اس لئے اب ان مردہ تہذیبوں کا زندہ کرنا طاقت اور وقت دونوں کا ضیاع اور ایک لاحاصل کام ہے۔

دعوت و جد و جہد کی چیز دراصل صحیح اور غیر فانی مذہب ہے جس کو اللہ کے پیغمبر ہر ملک اور دور میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور دائمی طور پر لے کر آئے، انھوں نے اس کے ذریعہ سے انسانوں کو دنیا اور آخرت کی فلاح کا پیغام دیا، خالق سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑا، توحید خالص کا سبق پڑھایا، حساب کتاب کی اخروی زندگی کا منتظر بنایا، نیکی اور بدی کے معین حدود بتلائے اور اخلاق و معاشرت و حقوق باہمی کے وہ بے خطا اصول و ضوابط عطا کئے جن پر ہر دور میں حیات انسانی کی تنظیم ہو سکتی ہے اور مدنیت صالحہ وجود میں آتی ہے، ان کے احکام پر عمل کرنے سے خود بخود ایک زندگی پیدا ہوتی ہے جو افراط و تفریط اور ہر طرح کی بے اعتدالیوں سے پاک ہوتی ہے، ایک معاشرہ قائم ہوتا ہے جو امن و سکون، اطمینان قلب، اشتراک و تعاون اور اعتدال و توازن کا بہترین نمونہ ہوتا ہے، اس کی بنیادیں ٹھوس لیکن اس کی فضا وسیع ہے، اس میں فولاد کی طرح بیک وقت صلابت اور لچک دونوں موجود ہیں، یہ وہ زندگی اور معاشرہ ہے جس پر کسی قوم و نسل کی چھاپ اور کسی قومیت اور وطنیت کا ٹھپہ نہیں، یہ انسانیت کی دولت مشترکہ ہے جس میں کسی قوم اور ملک کی اجارہ داری نہیں، اس سے نہ چین کو انکار ہو سکتا ہے، نہ ہندوستان کو عار، نہ ایران کے لئے وحشت کی کوئی وجہ ہے نہ یورپ کے لئے گریز کی کوئی راہ، پر امن اور کامل زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے اس کے سوا کوئی نمونہ ہی نہیں۔

آپ کا جی چاہے تو آپ اس زندگی کو بھی تہذیب کہہ سکتے ہیں، جو ان عقائد واحکام سے وجود میں آئی ہے لیکن آپ اس کو عربی تہذیب یا ایرانی تمدن نہیں کہہ سکتے، اس کو کسی ملک اور قوم اور اس کے طرز تعمیر اور فنون لطیفہ سے دلچسپی نہیں، اور وہ کسی قومی تمدن یا ملکی تہذیب کی نمائندہ اور وکیل نہیں، ہر ملک میں اس کا تجربہ کیا جا سکتا ہے اور ہر قوم اس کو اپنا سکتی ہے، مٹ جانے والے تمدنوں پر اس کی بنیاد نہیں، ایمانیات وعقائد اور غیر متبدل حقائق پر اس کی بنیاد ہے جو نبی دنیا میں لے کر آئے، اس لئے اس کے مٹنے اور دوبارہ زندہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسمِ افلاطوں

اس کے لئے علیحدہ دعوت واحیاء کی ضرورت نہیں، اسلام کی دعوت اس کی دعوت ہے اور یہ دعوت ہر وقت زندہ اور تابندہ ہے۔

طلوع ہے صفت آفتاب اس کا غروب
یگانہ اور مثال زمانہ گوناگوں!

www.abulhasanalinadwi.org

یہ اخلاقی گراوٹ کیوں؟

خدا کا یقین اور دوسری زندگی کا
عقیدہ ہی ہے جو ملک کو اخلاقی گراوٹ،
بے اصولیوں، نفع خوری، رشوت ستانی اور دولت
کی بڑھتی ہوئی ہوس کو روک سکتا ہے اور اخلاقی
احساس اور پختگی پیدا کر سکتا ہے، اس لئے ہماری
تمام علمی اور ادبی، تہذیبی اور لسانی ضرورتوں پر
یہ اخلاقی ضرورت مقدم ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ اخلاقی گراوٹ کیوں؟

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول اللہ الکریم

جب سے ہمارے ملک کو آزادی حاصل ہوئی ہے اور حکومت کی ذمہ داریاں اس ملک کے باشندوں پر پڑی ہیں ہماری سماجی اور انتظامی زندگی میں بہت سی دبی ہوئی اخلاقی کمزوریاں اور خامیاں جو غلامی کے دور میں نظر نہیں آسکتی تھیں ابھر آئی ہیں اور دیکھنے والوں کو نمایاں طور پر نظر آنے لگی ہیں، ہمارے مختلف سیاسی رہنماؤں اور ذمہ داروں نے جن کو اس ملک کے ساتھ گہرا تعلق اور سچی ہمدردی ہے، مختلف موقعوں پر بڑی آزادی اور بہادری کے ساتھ ان حالات پر کڑی تنقید کی ہے اور اس اخلاقی گراوٹ پر بڑے دکھ اور درد کے ساتھ ماتم کیا ہے۔

۵ ستمبر کو الہ آباد میں کانگریسی کارکنوں کے ایک جلسہ میں یوپی کانگریس کے صدر اور یوپی اسمبلی کے اسپیکر (۱) بابو پرشوتم داس ٹنڈن جی نے بھی ایک مؤثر تقریر کے دوران قومی کارکنوں کی اسی اخلاقی گراوٹ پر سخت اظہار افسوس کیا "قومی آواز" کا

---

(۱) یہ تحریر اس وقت کی ہے جب ٹنڈن جی یو، پی کانگریس کے صدر اور اسمبلی کے اسپیکر تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نامہ نگار لکھتا ہے:

"الہ آباد ۵ رستمبر: اسپیکر ٹنڈن نے آج صبح کانگریسی کارکنوں کے ایک جلسہ میں جس وقت کانگریس والوں کی بدعنوانی، رشوت ستانی، اقربا نوازی کا تذکرہ کیا تو وہ گلوگیر ہوگئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، درد سے کانپتی ہوئی آواز میں انھوں نے کہا "کیا ہم اسی لئے لڑے تھے، کیا ہم نے اسی لئے مصیبتیں اٹھائی تھیں اور اپنی جانیں قربان کی تھیں؟ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میرے رفیق اس پستی میں گر جائیں گے تو میں غلامی ہی کو ترجیح دیتا، جب میں ان کانگریسیوں کی بدعنوانیوں کی افسوسناک کہانیاں سنتا ہوں جو آزادی کے لئے لڑے تھے اور جو محب وطن ہونے کا دعوی کرتے ہیں، تو میرا دل روتا ہے اور مجھے بے حد دکھ ہوتا ہے" دوران جلسہ وہ کئی بار فرط غم سے بے حال ہوگئے اور انھوں نے کانگریس والوں سے نہایت منّت کے ساتھ اپیل کی کہ وہ دولت وثروت، مرتبہ اور عہدہ کے لئے اپنے دل کو سیاہ نہ کریں۔ اسپیکر ٹنڈن کو اپنے محب وطن رفیقوں کی بداطواریوں پر روتے دیکھنا ایک ایسا منظر تھا جس سے دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جب سے اسپیکر ٹنڈن یوپی کانگریس کے صدر ہوئے ہیں ان کے پاس برابر کانگریسیوں کی شکایتیں آرہی ہیں، اور اس کا انہیں بے حد صدمہ ہے، مسٹر ٹنڈن نے تقریر کے آخر میں کہا کہ جب کانگریسیوں کے خلاف شرمناک قسم کی شکایتیں میرے منھ پر دے ماری جاتی ہیں، تو میں شرم سے پانی پانی ہوجاتا ہوں، اور میرا

www.abulhasanalinadwi.org

دل بیٹھنے لگتا ہے۔" (قومی آواز ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء)

ان تقریروں کو پڑھ کر ان مقررین کی حقیقت پسندی اور اخلاقی جرأت کی بڑی قدر ہوتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں زندگی کے کمزور پہلوؤں کو بھی خوب دیکھتی ہیں، اور ان کا درد بھرا دل ان پر آنسو بہاتا ہے، موجودہ اخلاقی تنزل ایسا ہی واقعہ ہے کہ ہر محبِّ وطن اس پر خون کے آنسو روئے اور ملک کا ہر حساس آدمی شرم سے گردن جھکا لے، ملک کی لڑائی اس امید میں لڑی گئی تھی کہ پردیسیوں کے چنگل سے نکل کر اس ملک کو سچا چین اور سکھ حاصل ہوگا، حق دار کو اس کا حق ملے گا، مظلوم کے ساتھ انصاف ہوا کرے گا، حکومت کا دارومدار کسی جماعت یا گروہ کے ذاتی اغراض اور مصلحتوں پر نہیں ہوگا، بلکہ بے لاگ حق وانصاف اور اس ملک کے حقیقی فائدوں اور ملک والوں کی ضرورتوں پر ہوگا۔ ہم نے کہا تھا، اور جہاں تک سیاسی فلسفہ اور نظری علم کا تعلق ہے، کچھ غلط نہیں کہا تھا کہ غیر ملکی حکومت، بس کی گانٹھ ہے، جب تک یہ نہ نکلے ملک کا مزاج اعتدال پر نہیں آسکتا اور اس کی زندگی کی چول بیٹھ نہیں سکتی، جب تک خود اس ملک کے لوگ اس ملک کا انتظام نہ کریں اور اپنے ملک کے فیصلوں کے خود مختار نہ ہوں، اپنے گھر کو اپنی ضرورتوں اور اور اپنی خواہش کے موافق نہ بنائیں، اس ملک میں خوشحالی عام نہیں ہوسکتی اور سب کو پیٹ بھر روٹی نہیں مل سکتی، ہم پچھلی حکومت میں ہزاروں قسم کی بدعنوانیاں اور ناانصافیاں دیکھتے تھے اور دل پکڑ کر رہ جاتے تھے کہ غیر پر کیا اختیار ہے یہ قصور ہمارا ہے کہ ہم نے اپنا گھر ان پردیسیوں کے حوالہ کر رکھا ہے جن کو اس ملک اور ملک والوں سے کوئی ہمدردی نہیں، سات سمندر پار کے رہنے والے اس ملک کو تجارت کی منڈی سمجھ کر آئے، ان کو جو خطاوار سمجھے، اس کی عقل کا قصور، اس جنم روگ کا علاج یہ ہے کہ اس بدیشی راج کو ختم کیا جائے اور اپنے گھر کا انتظام سنبھالا جائے، بات سچی تھی اور دل لگتی، بہت سے ملکوں کا تجربہ بھی یہی تھا، چنانچہ ہم نے دنیا کی سب سے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی طاقت سے لڑائی چھیڑ دی اور اس مقصد کے لئے وہ سب کچھ کیا جو اس بلند مقصد کے لئے کرنا چاہئے تھا، اور وہ قربانیاں دیں جو ایشیاء کے کسی ملک نے پیش نہیں کیں، آخر کار برطانیہ نے ہندوستانی قوم کا سیاسی بلوغ تسلیم کر لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ اب اس کو کسی اتالیق کی ضرورت نہیں، وہ اپنے معاملات خود چلا سکتا ہے، اس کو مجبور ہو کر اتنے بڑے ملک سے فارغ خطی لکھ دینا پڑی۔ جو اچھا خاصا برا عظم ہے، اور شاہ برطانیہ کے تاج کا کوہ نور ہیرا سمجھا جاتا تھا۔

میں یہاں پر ان افسوسناک واقعات کا تذکرہ کر کے محب وطن بزرگوں کا ٹھہرا ہوا دل چھیڑنا نہیں چاہتا جو گزشتہ ۴۶-۱۹۴۷ء میں پیش آئے اور جو آزادی کی ایک غیر ضروری قیمت تھی، اور جو اس ملک کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ نواکھالی اور بہار اور پھر مغربی اور مشرقی پنجاب اور دہلی میں جو کچھ ہوا وہ مریض کی ایک ہذیانی کیفیت تھی، اور ان غیر ذمہ دار آدمیوں کا فعل جو اس ملک کے بنانے والے اور اس کی آزادی کی لڑائی لڑنے والے نہ تھے جو بیچ میں اس وقت کود پڑے جب آزادی وطن کے معرکہ کے مرد میدان اپنا کام ختم کر رہے تھے لیکن جب یہ گرد بھی بیٹھ گئی اور اس ملک کی ہٹی ہوئی چول اپنی جگہ پر آ گئی اور آزادی کا وہ خواب پورا ہوا جو ہم برسوں سے دیکھ رہے تھے تو ہماری نگاہیں اس کے اصلی نتائج کے لئے اٹھیں اور ہم کو ان سب باتوں کا انتظار ہوا جن کا ہم نے خود دوسروں سے وعدہ کیا تھا۔

ہمارا یہ انتظار بے جا نہ تھا، اب ملک کے سیاہ سپید کے مالک وہ لوگ تھے جو حکومت کی کرسی پر جست لگا کر اچانک نہیں پہنچ گئے تھے، ان کو بغیر کسی محنت و لیاقت کے اس طرح اتنی بڑی سلطنت نہیں مل گئی تھی جس طرح پہلے زمانہ میں کاہل شہزادوں اور نالائق وارثوں کو مل جایا کرتی تھی، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بیس بیس تیس تیس برس لگاتار آزادی کی لڑائی لڑی تھی، برسوں جیل کاٹی تھی، مہینوں چکی چلائی تھی، جائدادوں

www.abulhasanalinadwi.org

اور بڑی بڑی اسامیوں پر لات مار کر محنت و مشقت کی زندگی اختیار کی تھی، بلند مقصد کی خاطر بڑے بڑے فائدوں اور عزتوں کو ٹھکرایا تھا، ان سے بڑھ کر اس بھروسہ کے قابل کون تھا کہ وہ اس ملک کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ ثابت ہوں گے اور اس ملک کو خوشحال اور اس دیس کے رہنے والوں کو سکھی بنا دیں گے، ان کو اپنے عیش و آرام، ذاتی فوائد اور مواقع کو ملک والوں کے فائدہ اور عوام کے آرام کی خاطر قربان کرنے میں ذرہ برابر تأمل نہ ہوگا، بددیانتیوں ناجائز طرفداریوں اور بے اصولیوں سے بہت بلند ثابت ہوں گے، دولت و عزت اور اقتدار کی خواہش ان کو سیدھے راستہ سے بال برابر بھی نہ کھسکا سکے گی، اس لئے کہ تعلیم، سیاسی تربیت، اور قربانیوں میں کوئی جماعت ان سے لگا نہیں کھاتی، اگر ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے اور قوت و دولت کے نازک امتحان میں کامیاب بنانے کے لئے یہ تین قابلیتیں شرط ہیں تو اس کی شرط بدی جاسکتی تھی کہ اس جماعت کی اس امتحان میں کامیابی یقینی ہے۔

لیکن ہماری امید اور ظاہری قیاس کے بالکل خلاف ہم کو جو نظر آرہا ہے اس کے بعد بے اختیار زباں پر آتا ہے کہ پھر ؏

کیا کسی کا گلہ کرے کوئی؟

لیکن بڑے ادب کے ساتھ مجھے اپنے ملک کے سیاسی رہنماؤں اور ذمہ داروں سے یہ عرض کرنا ہے کہ خدا نے ان کو سوچنے والا دماغ دیا ہے، وہ صرف جنگ آزادی کے تجربہ کار سپاہی ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں بہت سے سیاست، قانون، فلسفہ اور تاریخ کے بھی عالم ہیں ان کی سطح یہ نہیں ہے کہ وہ اس افسوسناک حقیقت پر آنسو بہا کر اور کانگریس کے اور حکومت کے ذمہ داروں کو تنبیہ اور ملامت فرما کر خاموش ہو جائیں، ان کو اس عجیب و غریب گتھی کو سلجھانا چاہئے کہ اعلیٰ تعلیم اور تربیت اور بے داغ قربانیوں کے بعد کیا وجہ ہے کہ ہمارے پختہ کار سپاہی سیاست کی خونریز لڑائی جیتنے کے بعد دولت و قوت

www.abulhasanalinadwi.org

کے پرامن معرکہ میں بازی ہار جائیں اور جو کانٹوں سے اپنا دامن بچالے گئے صاف راستہ میں دامن سلامت نہ رکھ سکیں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری سیاسی جد وجہد اور قومی تعمیر کی کوشش میں کوئی ایسی چوک رہ گئی ہے جس کی وجہ سے اب ہماری قبائے آزادی میں جگہ جگہ جھول پڑ رہے ہیں اور یہ قیمتی جامہ جگہ جگہ سے مسک رہا ہے؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ ہماری قومی زندگی اور ہماری دماغی رہنمائی اور تربیت نے ضمیر کو بیدار اور ہر وقت خبردار رکھنے والی اور اس کو بے اختیاری اور خود مختاری کی دو مقابل حالتوں میں یکساں پابند قانون اور پابند اخلاق بنانے والی اصل طاقت کو عرصۂ دراز سے نظر انداز کر رکھا ہے، مذہب کی زبان میں اس کو ایمان وعقیدہ کہتے ہیں، اس کے دو حصہ ہر مذہب میں مانے گئے ہیں، ایک خدا پر ایمان اور اس بات کا یقین کہ وہ ذرہ ذرہ سے واقف، اندھیرے اجالے کا دیکھنے والا اور جزا وسزا کا مالک ہے۔ دوسرے مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان اور اس بات کا یقین کہ وہاں اس دنیا کی زندگی کے ذرہ ذرہ، رتی رتی کا حساب دینا ہوگا اور عمر بھر کا کیا سامنے آئے گا۔

یہ وہ طاقت ہے جس کا قائم مقام دنیا کا کوئی سیاسی یا اخلاقی نظام اور فلسفہ ابھی تک پیدا نہیں کر سکا، جہاں یہ خانہ خالی رہ گیا ہے خالی ہی چلا جا رہا ہے اور اس کی بھرتی کسی قانون اور ضابطہ سے نہیں ہو رہی ہے اس کمی کی وجہ سے زندگی میں رہ رہ کر جھول پڑتے ہیں، ایک جھول دور کیجئے تو دس جھول اور پڑ جاتے ہیں۔

ہندوستان میں بھی یہ بہت بڑی طاقت تھی اور تاریخ میں ہم اس طاقت کے بڑے بڑے کرشمے دیکھتے ہیں لیکن کڑوی مگر سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کی یہ طاقت عرصہ دراز سے کمزور ہو چکی ہے، روحانی فلسفوں اور بحثوں میں بال کی کھال نکالنے کی جو عادت یہاں رہی ہے اس نے اس کی روح کو کچل کر رکھ دیا، کوئی ایسا بڑا وزنی مصلح بھی پیدا نہیں ہوا جو ہزاروں برس کے اس پرانے مذہبی ڈھانچہ میں جان

www.abulhasanalinadwi.org

ڈال دے، رہی سہی طاقت کو مغرب کی مادہ پرستی اور آخر زمانہ کی لامذہبیت نے ختم کر دیا، غرض اب اس عقیدہ میں اتنی جان نہیں کہ موجودہ زندگی کے اس بھاری بھرکم رتھ کے اس بڑے پہیہ کو گھما سکے اور اس کی طاقت کے بل پر خواہشات کے منہ زور گھوڑے کا منہ پھیرا جا سکے۔

اس عرصہ میں آزادی کی جنگ شروع ہوئی وہ خالص مغربی سیاست کے اصولوں اور بنیادوں پر لڑی گئی، سارا جھگڑا صرف پیٹ اور جیب وزر اور زمین کا تھا، اور شروع سے آخر تک صرف "مادی اقدار" (MATERIAL VALUES) اس میں نہ کہیں اوصاف کی بحث تھی، نہ اخلاق کی، نہ ایمان وعقیدہ کی کوئی شرط تھی، نہ خدا ترسی کا کوئی امتحان۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جب اس گروہ کو جس کی ساری تربیت اس ماحول میں ہوئی تھی ملک کی کنجیاں مل گئیں اور اس نے حکومت وقوت کے اس راستہ پر قدم رکھا جو کانٹوں سے بھرا اور گہری خندقوں سے گھرا ہوا تھا تو ان کو امانت ودیانت اور اصول واخلاق کی نازک پٹڑی پر ثابت قدم رکھنے کے لئے صرف کچھ قانونی اصطلاحات وضوابط تھے جن سے نکلنا ان کے لئے بہت آسان تھا، اب اگر وہ گروہ جس کی ساری ذہنی تربیت پیٹ اور جیب کے ماحول میں ہوئی، اور جس کے سامنے زندگی کی کوئی اور دوسری جیتی جاگتی حقیقت نہ ہو، اسی پیٹ اور جیب کی خاطر نفع خوری، خیانت، رشوت ستانی اور چور بازاری کے جرائم کا ارتکاب کرے تو تعجب کی کیا بات ہے؟

پھر آج ہماری سوسائٹی، ہمارے ادب اور ہماری زندگی کے تمام میدانوں میں دولت کی جو حد سے بڑھی ہوئی اہمیت اور دولت مند اور عہدہ دار کی بندگی کی حد تک پہنچی ہوئی عزت ہے اور اس ملک میں دولت کو جو مذہبی تقدس حاصل رہ چکا ہے اور اب زندگی کا معیار جس طرح روز بروز اونچا ہوتا جا رہا ہے، گرانی صبح وشام بڑھ رہی ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

غیر ضروری سامان اور تعیشات (LUXURIES) کی بازاروں میں بھرمار ہے اس سب کے ہوتے ہوئے اگر وہ لوگ جو اخلاقی احساس اور مذہبی تربیت سے محروم ہیں، سوسائٹی کے معیار پر پورا اترنے کے لئے اور گھر کی نہ ختم ہونے والی فرمائشوں کو پورا کرنے کے لئے کبھی کبھی بددیانتیوں اور بے اصولیوں سے مدد لے لیا کریں تو حیرت کی کیا بات ہے؟

آج ہمارا ریڈیو، ہمارا پریس، اخبارات و رسالے، ناول اور قصے، ادب اور فلسفہ، سینما اور تصویریں، ہماری گھریلو زندگی اور خاندانی تقریبیں، دوستوں کی محفلیں اور تفریحی کلب سب مل کر دولت مند اور معزز بننے کے جذبہ اور شوق کو بڑھا رہے ہیں۔ اور اس کی آگ کو بھڑکا رہے ہیں اور اس جذبہ کے خلاف ملک بھر میں ایک بھی اخلاقی تحریک اور طاقتور آواز نہیں، اس بنا پر اگر کوئی تاجر یا ملازم جلد یا زیادہ دولت مند بننے کے لئے خشک اخلاقی اور بے جان "قاعدے قانون" کی پرانی ڈگر چھوڑ دیتا ہے اور اخلاقی پستی میں اتر جاتا ہے اس پر ہم کو چاہے کتنا دکھ ہو تعجب کرنے کا حق نہیں۔

شاید اس کے جواب میں کہا جائے کہ آج سارا یورپ اور امریکہ عملاً لامذہب اور خدا اور آخرت کے عقیدہ سے بالکل خالی ہے پھر اس کا اخلاقی اور اصولی معیار کیوں قائم ہے اور کیوں اس کے نظام حکومت میں وہ بے اصولیاں اور بداخلاقیاں نہیں ملتیں جو ہمارے ملک میں اتنے تھوڑے دنوں کے اندر نظر آنے لگی ہیں؟

میں عرض کروں گا کہ یورپ اور امریکہ کے متعلق یہ خیال صحیح نہیں، اس کا اخلاقی معیار اس کی تعلیم و تہذیب کے مطابق نہیں، جو اپنے ملک اپنے جیسے انسانوں کی گنجان شہری آبادیوں (ہیروشما اور ناگاساکی) پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں کو ہلاک اور جیتے جاگتے شہروں کو خاک کا ڈھیر بنا سکتا ہے اور جس ملک کا سب سے بڑا انسان جس کو اس ملک کا سب سے بڑا اعتماد حاصل ہے محض انتخاب جیتنے اور زیادہ ووٹ حاصل کرنے کے لئے کروڑوں عربوں کے جائز و فطری

www.abulhasanalinadwi.org

مطالبہ کے خلاف پوری بے حیائی سے یہودیوں کو تقسیم فلسطین کی منظوری اور پھر یہودی ریاست کو تسلیم کرنے کی رشوت دے سکتا ہے اور جس یورپ کا ایک ذمہ دار ترین انسان (لارڈ ماؤنٹ بیٹن) اپنے ملک میں عزت اور تاریخ میں جگہ حاصل کرنے کے لئے فسادات کی روک تھام سے عمداً پہلو تہی کر کے لاکھوں بے گناہ انسانوں کی ہلاکت ومصیبت کا سبب بن سکتا ہے اس ملک کو مہذب وبا اصول کہنا، اصول وتہذیب پر دھبہ لگانا ہے۔

البتہ اتنی بات صحیح ہے کہ تعلیم، صدیوں کی حکومت کی عادت اور شہریت کے احساس نے اس کے معیار اخلاق کو نیچی اور اوچھی باتوں سے بلند کر دیا ہے، اس کی اخلاقی بدعنوانیاں اور بے اصولیاں ذرا مہذب اور خوش نما (REFINED) ہیں، بدقسمتی سے طویل غلامی اور جنگ آزادی کی مصروفیت نے ہمارے قومی رہنماؤں کو اس کا بھی موقع نہیں دیا کہ عوام کی ذہنی سطح بلند ہو ان میں شہری زندگی کا احساس اور انسانیت کا احترام پیدا ہو اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے میں ذرا فراخ حوصلگی اور فیاضی سے کام لیں۔

اس موقع پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اچھا اگر خدا کا یقین اور دوسری زندگی کا عقیدہ اخلاقی احساس اور پختگی پیدا کر سکتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو بے اصولیوں، ناجائز طرف داریوں، نفع خوری، رشوت ستانی اور دولت کی بڑھی ہوئی ہوس سے روک سکتا ہے تو اسلامی ملکوں میں یہ خرابیاں کیوں پائی جاتی ہیں ان ممالک کو تو جنت نظیر ہونا چاہئے تھا، جہاں نہ بداخلاقی ہو، نہ بے اصولی، نہ زیادتی نہ بددیانتی؟

میں صفائی سے عرض کروں گا کہ ان ملکوں میں کوئی بھی اس تعلیم اور عقیدہ کا مکمل نمونہ نہیں ہے اور کوئی بھی سند کی حیثیت نہیں رکھتا، اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ وہاں کی ساری خرابیاں اسی عقیدہ کی کمزوری اور اسی تربیت کی کمی اور ان

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں کے اقتدار کا نتیجہ ہیں جن کی اخلاقی تربیت اور ایمانی سیرت کچی رہ گئی ہے، اور دولت کی محبت اور زندگی کی ہوس کا روگ ان کو بھی لگ گیا ہے، اگر ایسے ملکوں میں جن کو اکثر بے سوچے اسلامی ملک کہہ دیا جاتا ہے اس قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہیں، تو وہ اسی عقیدہ کی کمزوری کا نتیجہ ہیں۔

اس خرابی کا علاج دونوں جگہ یکساں ہے، اگر چہ علاج کے مؤثر ہونے کے بارہ میں ضرور اس فاصلہ کا فرق ہوگا، جو اصل مذہبی تعلیم سے اس ملک میں پیدا ہو چکا ہے جہاں یہ مذہبی تعلیم محفوظ ہے۔ وہاں یاد دہانی اور تنبیہ کافی ہوگی، اور جہاں اصل مذہب اور پیغمبروں کی تعلیم بہت کچھ مٹ چکی ہے، وہاں زیادہ کوشش اور روحانی طاقت کی ضرورت ہوگی۔

آج تو نہیں لیکن تاریخ کے جس دور میں اس عقیدہ اور اس تربیت نے زندگی میں اپنی جگہ پیدا کر لی تھی اور اس کی جڑوں نے زمین پکڑ لی تھی وہاں ان بے اصولیوں، بدعنوانیوں اور زیادتیوں کا نام ونشان نہیں ملتا، جن لوگوں کی تاریخ پر نظر ہے ان کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو خلیفہ اول تھے زمانہ خلافت میں اپنی بیوی کی جمع کی ہوئی رقم کو جو انھوں نے پیسہ پیسہ جوڑ کر اس لئے بچائی تھی کہ اس پھیکی سیٹھی زندگی میں ایک دن منہ میٹھا کر لیں گے، یہ کہہ کر عام مسلمانوں کے خزانہ میں داخل کر دیا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری ضرورتوں سے فاضل ہے، آئندہ سے اتنے پیسے کم کر کے ہم کو روزینہ دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی تاریخ میں مثال کی حیثیت رکھتی ہے، انھوں نے اپنے بیٹے (عبداللہ بن عمرؓ) کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی اور بڑے عالم اور دیانتدار تھے خلیفہ منتخب ہونے اور خلیفہ کا انتخاب کرنے کا حق نہیں دیا اور فرمایا کہ ہمارے خاندان میں ایک ہی آدمی اس بوجھ اور ذمہ داری کے لئے کافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی خلافت کے زمانہ میں فقیرانہ زندگی اور احتیاط کا یہ

www.abulhasanalinadwi.org

حال تھا کہ ان کے حقیقی بھائی عقیلؓ ان کے ساتھ نہ رہ سکے، اور انھوں نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے بھی غیروں کی طرح پائی پائی کا حساب لیا۔

شاید کہا جائے کہ یہ دنیا کی ترقی اور تمدن سے پہلے کی باتیں ہیں جب زندگی نہایت سادہ، ضروریات کم، اور خرچ مختصر تھے مگر ایک باخبر انسان سے یہ بات چھپی نہیں ہے کہ عرب، رومی اور ایرانی سلطنت اور ان کے ان خزانوں اور دولتوں کے مالک ہوئے تھے جو انھوں نے سینکڑوں برس میں جمع کی تھیں، اگر وہ چاہتے تو ایک وقت میں رومی و ایرانی خزانوں کی مدد سے ان کی راجدھانی میں بیٹھ کر وہ عیش کرتے اور اس طرح کھل کھیلتے جو رومی و ایرانی بادشاہ بھی نہیں کر سکتے تھے، اس لئے کہ دونوں بڑی مغربی و مشرقی شاہنشاہیاں ایک وقت میں ان کے ہاتھ لگی تھیں، مگر ان کی پچھلی سادہ زندگی، ان کی فقیرانہ رہائش اور ان کی جفاکشی میں کوئی فرق نہ آیا۔

پھر اس کا بھی لحاظ رہے کہ آج جن کو عہدہ اور ملک کی باگ ڈور ملی ہے وہ ملک کی آزادی سے پہلے بھی کھاتے پیتے لوگ تھے وہ روپے پیسے کے بھوکے اور مال و دولت کے ترسے ہوئے نہیں تھے، لیکن وہ لوگ جو کسریٰ اور قیصر کی سلطنت کے مالک ہوئے تھے انھوں نے ساری عمر غریبی میں بسر کی تھی، انھوں نے کبھی خواب میں بھی وہ سامان نہیں دیکھا تھا جو ان کو ایران اور شام کے شہروں میں ہاتھ لگا، وہ فاقہ کرتے کرتے کپڑوں پر چمڑے کے پیوند لگاتے لگاتے اور ببول کے کانٹوں سے ان کو اٹکاتے اٹکاتے ایک دم سے بے اندازہ دولت کے مالک اور زمین کے سب سے بڑے زرخیز و متمدن علاقوں کے بادشاہ بن گئے تھے مگر اس سے نہ ان کے مزاج میں کوئی فرق آیا، نہ طرز رہائش میں، جب تک یہ اخلاقی تربیت اور ایمانی سیرت باقی رہی، وہ بداخلاقیاں اور بے عنوانیاں ظاہر نہیں ہونے پائیں جو ایک ایسی ریاست کا خاصہ ہیں جو عملاً غیر مذہبی ہو خواہ قانونی یا اصطلاحی طور پر مذہبی کہلاتی ہو جیسا کہ مسلمانوں (SECULARSTATE)

www.abulhasanalinadwi.org

کی اخلاقی گراوٹ کے زمانہ میں نظر آتا ہے۔

جو لوگ اس ملک کی ضرورتوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور وقتی جذبات ان پر غالب نہیں ہیں وہ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت اس اخلاقی احساس کی بیداری اور احساس کی ذمہ داری ہے جو بااختیار طبقہ کو ان بے عنوانیوں، زیادتیوں، ناانصافیوں، تنگ نظری، اعزہ پروری، ناجائز طرفداری کی نیچی سطح سے بلند کرے، تجار و ملازمین کو حد سے بڑھی ہوئی نفع خوری، رشوت ستانی اور چور بازاری سے محفوظ کرے اور اس طرح ملک کو اس عام ابتری، بے نظمی، بے روزگاری، ہوشربا گرانی اور قحط سالی سے بچالے جس کا قریبی خطرہ سر پر کھیل رہا ہے، اور جس کی موجودگی میں آزادی کی جنت مصیبتوں اور پریشانیوں کی جہنم بن جاتی ہے۔ شاید کسی کو اس حقیقت سے انکار نہ ہوگا کہ ہماری تمام علمی، ادبی، تہذیبی (CULTURAL) اور لسانی (LINGUISTIC) ضرورتوں پر یہ اخلاقی ضرورت مقدم ہے، فرض کر لیجئے اس ملک کا ایک ہی کلچر، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی زبان ہوگئی لیکن ان بداخلاقیوں کا خاتمہ نہ ہوا جن کی وجہ سے زندگی مشکل ہو رہی ہے تو کیا اس سے ملک کی اصلی ضرورت پوری ہوگئی اور کیا ان بداخلاقیوں اور بدعنوانیوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ اگر دنیا کے جرائم پیشہ اور بداخلاق انسان جن کی اخلاقی سطح پست اور جن کی زندگی گھٹیا ہو ایک ہی کلچر اور ایک ہی زبان اختیار کر لیں تو کیا دنیا کی کوئی تہذیب اور کوئی عدالت ان کا گناہ معاف کر دے گی، کیا اگر تمام دنیا کے ڈاکو ایک ہی وردی پہن لیں اور ایک ہی بولی بولنے لگیں تو یہ کوئی خوشی اور اطمینان کی بات ہوگی؟ اس لئے ایک ہوش مند انسان سے اس کی توقع کرنی چاہیئے کہ وہ اصل توجہ ان بیماریوں کی طرف کرے گا جو ہمارے ملک کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔

ان بیماریوں کا علاج ایک صحیح توانا، خود زندہ اور دوسروں میں زندگی پیدا کر سکنے

www.abulhasanalinadwi.org

والے مذہب کے سوا نہیں ہے جو اپنے ماننے والوں میں خدا کا سچا یقین اور اس سے زندگی میں زندہ تعلق، مرنے کے بعد کی زندگی کا عقیدہ اور وہاں کی پوچھ گچھ کا کھٹکا پیدا کرے جو اس زمانہ کی مادیت اور دنیا کی بڑھی ہوئی ہوس کو اپنی روحانی طاقت سے دبائے، جو انسانوں کو خواہشات، ان کے قیاسات اور ان کے صبح و شام کے بدلنے والے معلومات اور تجربوں سے اتنا اونچا ہو کہ ہر زمانہ کی ضرورتوں اور زندگی کے نئے نئے مسائل کو حل کر سکے، اور جس کو خود کبھی بدلنے کی ضرورت نہ ہو، جو انسانوں کے بنائے ہوئے چھوٹے چھوٹے گھروندوں اور بچوں کی طرح کھینچی ہوئی ملک و وطن کی چھوٹی چھوٹی لکیروں سے بے نیاز ہو کر ساری انسانیت سے تعلق رکھتا ہو اور آدم کے پورے کنبہ کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہو، جس کی بنیاد کسی زمانہ کے رسموں، رواجوں اور عادتوں پر نہ ہو۔ جس کی وجہ سے بڑھتی ہوئی انسانیت اور دوڑتی ہوئی زندگی کو پیچھے کی طرف لوٹنا اور اپنی صدیوں کی محنتوں پر پانی پھیرنا پڑے، بلکہ کچھ انمٹ اصولوں اور پائدار حقیقتوں پر ہو جن کے اندر ذہن اور دماغ کو اپنی ذہانت دکھانے اور زندگی کی رگوں میں تازہ خون پہنچانے کی گنجائش ہو، جس کے پاس دونوں زندگیوں دنیا و آخرت، دونوں حالتوں فقر و امارت، دونوں طبقوں مرد و عورت کے لئے زندگی کے مکمل قوانین اور آداب ہوں، جس کے پاس ایک ایسے کامل انسان کی زندگی کی ایسی کامل اور محفوظ تاریخ ہو جس سے انسانوں کے ہر طبقہ کے ہر فرد، ہر فرد کی ہر منزل زندگی کے لئے روشنی اور ہدایت ملتی ہو۔

اس ملک کے رہنماؤں اور حکومت کے ذمہ داروں کو خدا نے ایک بہت بڑی قوم کی امانت سپرد کی ہے اور دل و دماغ کی بہت سی صلاحتیں بخشی ہیں، اگر میری کمزور آواز ان تک پہنچ سکے تو میں ادب سے عرض کروں گا کہ دیکھئے کہیں یہ قوتیں چھوٹی چھوٹی باتوں اور چھوٹے چھوٹے کاموں میں صرف ہو کر نہ رہ جائیں۔ ایک مرتبہ جرأت اور

www.abulhasanalinadwi.org

ہمت سے کام لے کر قوم کو انسانی زندگی کی اصل منزل کا راستہ دکھا دیجئے، اس کو وطنیت وقومیت کے قید خانہ اور جسم و مادہ کے اس تنگ آشیانہ سے نکال کر خدا پرستی، انسان دوستی اور اعلیٰ روحانیت کی اس وسیع دنیا میں پہنچا دیجئے جس کے جغرافیہ میں مشرق و مغرب کی تفریق اور جس کے زمانوں میں ماضی و حال کی تقسیم نہیں، جہاں خدائے واحد اس کا معبود، ساری انسانی برادری اس کا کنبہ، ہر سچی اور میٹھی زبان اس کے دل کی ترجمان، ہر صحیح علم و ادب اس کا ذخیرہ، حکمت کی ہر بات اس کا گم شدہ مال ہو، اگر آپ نے ایسا کیا تو ہندوستان نہ صرف اپنی آزادی اور عزت ہی برقرار رکھ سکے گا، بلکہ قوموں کی سرداری اس کے ہاتھ میں آجائے گی، اور اس کا یہ نیا دور اس کی پرانی تاریخ کے ہر اس دور سے زیادہ باعظمت اور شاندار ہوگا جس کا زندہ کرنا آپ کی زندگی کا خاص مقصد معلوم ہوتا ہے۔

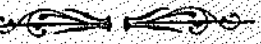

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے سماج کی جلد خبر لیجئے

۶

ملک کا سب سے بڑا مسئلہ جس
پر عام سیاسی رہنماؤں اور ملک کے سچے
خیر خواہوں کو پوری توجہ کرنی چاہئے وہ ہے ملک
کی اخلاقی اصلاح، سماجی سدھار اور ذمہ داری کا
احساس۔ یاد رہے جب سوسائٹی اخلاقی طور پر دیوالیہ
اور معنوی حیثیت سے کھوکھلی ہو جائے تو اس کو نہ
حکومت بچا سکتی ہے نہ جمہوری نظام نہ
ایک زبان اور ایک کلچر۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے سماج کی جلد خبر لیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول اللہ الکریم

قوموں کی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور دنیا کی تاریخ پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ قومی اور سیاسی زندگی میں سوسائٹی ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے، صحیح اخلاقی اور پختہ سیاسی سمجھ اور ایک اچھی سوسائٹی، حکومت کو پیدا کرتی ہے، اس کی تنظیم کرتی ہے، اس کو ترقی دیتی ہے، نراج سے اس کی حفاظت کرتی ہے، جب اس کی رگیں خشک ہونے لگتی ہیں اور اس میں بڑھاپے کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں تو اس کی رگوں میں تازہ اور گرم خون پہنچاتی ہے، اس کو وقت پر ذمہ دار، پرجوش اور کام کے آدمی دیتی ہے، حقیقت میں مہذب و منظم سوسائٹی جو یقین کی دولت، اصول و اخلاق کا سرمایہ، فرض کا احساس اور ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتی ہے وہ سرچشمہ ہے جس سے خوشحالی، آزادی اور ترقی کی لہریں نکلتی ہیں اور پورے ملک کو ہرا بھرا رکھتی ہیں، اگر سوسائٹی میں اخلاقی گراوٹ و بے اصولی اور خودغرضی، خوشامد، طاقت و دولت سے مرعوبیت، بزدلی اور ظلم کا چلن عام ہو جائے تو یوں سمجھئے کہ زندگی کا سوتا خشک ہو گیا اور قومی زندگی کے درخت

www.abulhasanalinadwi.org

کو گھن لگ گیا، حکومتوں کا الٹ پھیر، طاقت کی بہتات، ملک کی پیداوار، تعلیم کی ترقی اور ظاہری دھوم دھام کوئی چیز اس قوم کو تباہی سے نہیں بچا سکتی، جب کسی درخت کی رگیں اور جڑیں سوکھ جائیں اور وہ اندر سے کھوکھلا ہو جائے تو اوپر سے پانی ڈالنے سے کام نہیں چلتا۔

دنیا کی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، روم کی سلطنت کا دنیا میں ڈنکا بجتا تھا، کم کسی قوم نے ایسے اچھے منتظم، قانونی دماغ اور اعلیٰ فوجی افسر پیدا کئے ہوں گے جیسے رومی قوم نے، لیکن جب رومی سوسائٹی کو بداخلاقی اور عیش پرستی کا روگ لگ گیا اور اس کے جسم میں ظلم، ناانصافی اور ناجائز طرفداری کا زہر دوڑ گیا تو اس کی قسمت کا ستارہ گردش میں آیا، اور اس کو اندر اور باہر کے دشمنوں نے دبوچ لیا، وہ روم جس کی تمام دنیا میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی، یورپ کی نیم وحشی قوموں کے حملوں سے اپنی زندگی سے تنگ تھا نہ راتوں کو میٹھی نیند نصیب تھی، نہ دن کو چین، پھر چھٹی صدی عیسوی میں ایرانیوں نے اس کے مشرقی حصہ پر حملہ کر کے اس کی عزت خاک میں ملادی، نوے ہزار آدمیوں کو قتل کیا، اس کی تمام نو آبادیوں اور ملکوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے پائے تخت قسطنطنیہ کو گھیر لیا، پھر اس کے چند برس بعد ہی جب رومیوں کو بہ مشکل سنبھلنا نصیب ہوا تھا، عرب کی مٹھی بھر بے حقیقت فوجوں نے دھاوا بول دیا، روم کی سوسائٹی اخلاقی حیثیت سے اتنی کمزور اور کھوکھلی ہو گئی تھی کہ ہرقل (HARACILUS) جیسا لائق جنرل اور دلیر بادشاہ جس نے اپنی تنظیمی قابلیت اور فوجی لیاقت سے اپنے ملک سے نکل کر ایران کے قلب میں اپنا رومی جھنڈا گاڑ دیا تھا، ایرانی حکومت کو الٹ پلٹ کے رکھ دیا تھا، اس گرتی ہوئی رومی سوسائٹی کو تھام نہ سکا اور عربوں کو جن میں دین کا جوش، شہادت کا شوق اور اخلاق کی طاقت تھی اپنا ملک حوالہ کر دینا پڑا۔

یہی ایران میں ہوا جہاں دن رات ہن برستا تھا جہاں کی دولت اور فوجی

www.abulhasanalinadwi.org

طاقت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا لیکن برسوں سے بداخلاقی اور بے اصولی کا کیڑا لگ چکا تھا جو اندر سے اس برگد کو کھا رہا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ یزدگرد جیسا مستقل مزاج بادشاہ اور رستم جیسا تجربہ کار فوجی جنرل بھی اس ملک کو بچا نہ سکا اور عربوں نے دونوں مشرقی اور مغربی شہنشاہیوں کو اپنے انتظام میں لے لیا۔

بغداد کی عباسی خلافت کا دنیا میں طوطی بولتا تھا، خوارزم شاہ کی سلطنت اپنے زمانہ میں روئے زمین کی سب سے بڑی سلطنت تھی لیکن مسلمانوں کی سوسائٹی روح سے خالی اور اخلاقی کمزوریوں سے داغدار ہو چکی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاریوں کا سیلاب کسی کے روکے نہ رکا، سینکڑوں برس کا تمدن اور علم و تہذیب کا ذخیرہ ان نیم وحشی حملہ آوروں کے ہاتھوں خاک میں مل گیا، اس وقت اگر اسلام نے تاتاریوں پر اخلاقی فتح نہ حاصل کر لی ہوتی اور ان کے دل کو نہ بدل دیا ہوتا تو مسلمان سوسائٹی اپنی عمر پوری کر چکی ہوتی۔

دور کیوں جایئے پہلی اور دوسری لڑائی میں فرانس کو اپنی اخلاقی کمزوریوں، تعیش پسندی کی وجہ سے سخت زک اٹھانی پڑی، اگر اتحادی اس کو سہارا نہ دیتے تو یہ قوم جس نے اپنی ذہانت اور بہادری کا کبھی سکہ بٹھا دیا تھا، اور نپولین جیسا جنرل اور انقلاب کے زمانہ کے دلیر اور نڈر لیڈر پیدا کیے تھے، چل ہی بسی تھی۔ اسی طرح مسولینی کی قابلیت اور نازیوں کی امداد اٹلی کی کھوکھلی سوسائٹی اور ہوا سے پھولے ہوئے جسم کو مقابلہ میں نہ جما سکی۔

ہماری ہندوستانی سوسائٹی پرانے زمانہ میں اپنے فلسفہ و حکمت اور ادب و شاعری میں نیز اخلاقی جرأت، سچائی، ایمانداری اور بے لاگ پن میں کہاوت کی طرح مشہور تھی، یہاں کی اخلاقی کہانیاں اور اخلاق کے اعلیٰ اصول سوغات کی طرح دیس دیس جاتے تھے۔ پانچویں صدی میں ایران نے جو علم و تہذیب کا مرکز تھا ایک بہت

www.abulhasanalinadwi.org

بڑا عالم بھیجا تا کہ وہ یہاں کی اخلاقی تعلیم اور اخلاقی کہانیوں کا پہلوی زبان میں ترجمہ کرے۔ عربوں نے بھی اپنے دور میں ان کہانیوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا، آج بھی اس کا ترجمہ "کلیلة ودمنة" ایک سدا بہار کتاب ہے، چینیوں نے اپنی دانائی اور مانے ہوئے علم کے باوجود اس ملک کے علم وحکمت کے خزانوں سے برابر فائدہ اٹھایا اور اپنے بڑے بڑے فلسفیوں اور مذہبی عالموں کو بھیج بھیج کر اس ملک کی استادی اور بڑائی کا اقرار کیا، آج بھی اس کی پراچین کہانیوں اور گیتا اور رامائن میں بڑی بڑی سچی اور گہری باتیں ہیں۔

دسویں صدی میں ہندوستانی سوسائٹی بہت گر چکی تھی، خود غرضی اور ذاتی عداوتوں کا سارے ملک میں جال پھیلا ہوا تھا، روحانیت اور خدا پرستی بہت کم رہ گئی تھی، دولت (لکشمی) نے معبود کی صورت اختیار کر لی تھی، لٹریچر، مذہب، صنعت، مصوری، نقاشی، اور عبادت گاہوں تک میں شہوانیت اور عریانی سرایت کر گئی تھی، سوسائٹی میں بلا کی اونچ نیچ تھی، شریف ورذیل میں انسان اور جانور سے زیادہ فرق تھا، اخلاقی طاقت بہت کمزور ہو چکی تھی، ایسی حالت میں وسط ایشیاء سے ایک تازہ دم قوم آئی جس میں اخلاقی طاقت زیادہ تھی، یہ مسلمان تھے جنھوں نے اس ملک کا انتظام سنبھال لیا، انھوں نے ہندوستانی سوسائٹی کو ترقی دی اور سابق صدر کانگریس ڈاکٹر پٹا بھی (۱) کے الفاظ میں "یہاں کے کلچر کی دولت میں اضافہ کیا اور اس ملک کی سماجی زندگی اور ادب کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ انھوں نے اس کی رگوں میں تازہ خون پہنچایا، مساوات، انسان دوستی، روحانی ومادی توازن واعتدال کا پیغام دیا، خالص توحید اور نبوت ورسالت کے مفہوم سے آشنا کیا، انھوں نے یہاں کی تاریخ اور ادب میں سچائی اور دیانتداری اخلاق، بہادری اور زہد وپاکیزگی کے بعض بڑے دلکش نمونے شامل کئے اور بعض ایسے خدا سے

---

(۱) خطبۂ صدارت اجلاس بے پور ۱۹۴۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

ڈرنے والے پاک وصاف زندگی گزارنے والے بادشاہ، حق کہنے والے اور نیک مشورہ دینے والے وزیر، موت سے نہ ڈرنے والے، بادشاہ کو ٹوک دینے والے، دنیا کی لالچ سے آزاد درویش اور عالم پیدا کیے جن کی زندگی اس ملک کا ایک قیمتی خزانہ ہے۔

دوسرے ملکوں کی تاریخیں آسانی سے ایسے بلند اخلاقی نمونے پیش نہیں کر سکتیں، انھوں نے کئی مرتبہ اس ملک کی گرتی ہوئی اخلاقی طاقت کو ابھارا اور بے اصولی سماج کے بیمار جسم میں طاقت وصحت پہنچائی، اور ملک کو عام اخلاقی زوال سے بچالیا۔

لیکن رفتہ رفتہ ہندوستانی سماج مختلف قسم کی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا شکار ہوتا چلا گیا، بے اصولی، عیش پسندی، خود غرضی، جعلسازی پیدا ہوگئی، مسلمان جو کبھی ہندوستانی سماج سنبھالنے والے تھے، اب اخلاقی اور سماجی خرابیوں کے شکار بلکہ اصل ذمہ دار تھے، خانہ جنگی، ناجائز طرفداری، بے جا پاسداری، بے وفائی، وعدہ خلافی کا دور دورہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا انتظام درہم برہم ہوگیا، شہروں میں اطمینان اور راستوں میں امن نہیں رہا، ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک افراتفری مچی تھی، اللہ کا کسی سے رشتہ نہیں، وہ اپنی زمین کی تباہی اور اپنے بندوں کی بربادی دیکھ نہیں سکتا، یہاں اس ملک میں کسی میں حکومت کی لیاقت نہیں تھی، اس نے سات سمندر پار کی ایک قوم کو بھیج دیا جس میں ملکی انتظام کی قابلیت تھی اور زندگی کا سلیقہ تھا، حقیقی اخلاق کا تو اس میں پتہ نہ تھا مگر زندگی کے کچھ ایسے اصول رکھتی تھی جن کی بنیاد پر وہ کچھ مدت تک کسی ملک کا انتظام کر سکتی تھی اور نئی نئی حکومت چلا سکتی تھی، اس نے سڑکیں بنائیں، ڈاک خانے، تار گھر، شفاخانے جگہ جگہ قائم کیے، ریلیں دوڑائیں، پولس کا اچھا انتظام کیا، دفتری نظم ونسق قائم کیا لیکن ہندوستان سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچایا، اس کے رہے سہے اچھے اوصاف اور ہندوستانی ومشرقی کیریکٹر کی خوبیاں مٹائیں اور نئی خرابیاں پیدا کر دیں جو ایک ایسی حکومت کا لازمی نتیجہ ہیں جس کو رومی سلطنت سے ''پھوٹ ڈالو اور حکومت

www.abulhasanalinadwi.org

کرو' کا زریں اصول ترکہ میں ملا تھا، قومی رقابت، دفتری کاٹ پھانس، اپنے ذرا سے فائدے کے لئے دوسروں کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچا دینا، اندرونی سازشیں، مذہب واخلاق سے بے پروا ہو کر اپنے لئے یا اپنے فرقہ کے لئے یا اپنی برادری، عزیزوں دوستوں کے لئے ناجائز کو جائز کر لینا یہ وہ سبق تھا جو ہندوستانی اہلکاروں اور ملازمت پیشہ لوگوں نے انگریزی حکومت کے دور میں خاص طور پر سیکھا، انگریزوں کی سو برس کی حکومت میں ہندوستانیوں نے جس فن کی سب سے زیادہ مشق کی وہ کسی مقصد یا فائدہ کے لئے دفتری وقانونی ذہانت کو استعمال کرنا اور مہینوں اور برسوں میں آہستہ آہستہ قوانین واصطلاحات کے ذریعہ اپنے مقصد کو پورا کرنا تھا، رقابت اور دشمنی کی یہ دھیمی آنچ جو دفتروں اور تعلیم گاہوں میں اپنا کام کرتی رہی اس نے ہندو مسلمان افسر وماتحت کے دلوں میں نفرت وعداوت کا وہ بیج بو دیا جس نے بالآخر ایک کا دوسرے کے ساتھ رہنا مشکل کر دیا، یہی تربیت وذہنیت ان واقعات کی تنہا ذمہ دار ہے جو اس بدقسمت ملک میں پچھلے دنوں میں پیش آئے، اس میں نہ کلچر کے کسی اختلاف کو دخل تھا، نہ زبان کی دوئی کو، نہ رسم ورواج کے فرق کو، جو لوگ کلچر یا تہذیب کے اختلاف کو اس عداوت اور خانہ جنگی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، وہ واقعات سے چشم پوشی کرتے ہیں اور صریحی غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، زبان وادب، تہذیب ومعاشرت کا فرق اس ملک میں ہمیشہ رہا لیکن انگریزی حکومت اور اس کی تعلیم گاہوں اور دفاتر سے پہلے وہ عداوت ورقابت کبھی نہیں پیدا ہوئی جو ناسور بن کر ۱۹۴۷ء میں بہہ پڑی۔

بیسویں صدی کے شروع میں بدیشی راج کے نقصانات اور تکلیفیں پوری طرح لوگوں پر کھل گئیں، مگر جسمانی تکالیف کا احساس زیادہ تھا اور اخلاقی نقصانات کا احساس کم، ہندو مسلمانوں کے میل سے آزادی کی تحریک شروع ہوئی، اس وقت اس ملک کی اخلاقی اور سماجی حالت بہت گر چکی تھی، اصول اور اخلاقی معیار بھول چکے تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

ذاتی اغراض اور فوائد دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے، انگریزی سیاست اور تعلیم کا کیڑا اس ہرے بھرے درخت کو اندر سے چاٹ چکا تھا، انسانیت اور شہریت کا احساس جس پر تمدن کی عمارت قائم ہوتی ہے، بہت کمزور پڑ چکا تھا، چاہئے یہ تھا کہ اس ملک کی اخلاقی حالت کو اونچا کرنے اور عوام میں آدمیت اور شہریت کا احساس پیدا کرنے کی جان توڑ کوشش کی جاتی، محلہ محلہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر اس کے لئے کمیٹیاں، پنچایتیں، مدرسے اور حلقے قائم کئے جاتے، گھر گھر اس کے وعظ اور اپدیش دیئے جاتے، لاکھوں کتابیں اور رسالے شائع کئے جاتے، اور پڑھ کر سنائے جاتے، غرض کہ آزادی کا احساس پیدا کرنے کے لئے جو کوشش کی گئی اس کی دس گنا کوشش اخلاقی احساس اور آدمیت پیدا کرنے کے لئے کرنی چاہئے تھی۔

لیکن انگریزوں کی موجودگی اور ان کی سازشوں کے علم نے، نیز اس مغربی سیاست نے، جو سیاسی جنگ میں اخلاق اور آدمیت کی بنیادوں کو ہمیشہ نظر انداز کرتی رہی ہے ہمارے سیاسی رہنماؤں کو اس کی فرصت ہی نہیں دی کہ وہ اخلاقی اور سماجی سدھار کے بنیادی مسئلہ کی طرف پوری توجہ کر سکیں، اس میں شک نہیں کہ ہمارے سیاسی رہنما خود اونچے اخلاق کے لوگ تھے لیکن کم لوگوں کو اخلاقی مسئلہ کی اہمیت کا احساس تھا، سیاسی مصروفیتوں اور فوری مسائل نے ان کو بھی اس بات کا پورا موقع نہیں دیا کہ وہ ملک کی آزادی سے پہلے سوسائٹی کی تعمیر کریں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ سوسائٹی کی تعمیر تو پیغمبروں ہی کے اصولوں پر ہوتی ہے، وہ اپنی ساری توجہ اور خدا کی دی ہوئی طاقتیں اسی کام پر لگا دیتے ہیں اور ان کی نظر کبھی اس مقصد سے نہیں چوکتی، وہ مسائل کو گڈ مڈ نہیں کرتے، وہ سوسائٹی سے ان ہونی امیدیں قائم نہیں کرتے، وہ اس پر وہ بوجھ نہیں ڈالتے جو اس سے اٹھایا نہ جائے، وہ پہلے ایمان اور عقیدہ پیدا کرتے ہیں اور اس کے اخلاق اور عمل کو سدھارتے ہیں، اسی طرح

www.abulhasanalinadwi.org

صحیح کیریکٹر پیدا کرتے ہیں، اپنی خواہشات اور فائدوں کے خلاف کام کرنے کی طاقت پیدا کرتے ہیں، پھر جس طرح پھل دار اور بے روگ درخت سے پھل پیدا ہوتے ہیں، جس طرح آگ کے ساتھ گرمی اور سورج کے ساتھ روشنی ضروری ہے، اسی طرح صحیح کیریکٹر اور صحیح تربیت سے آزادی، حکومت کی صلاحیت، قربانی وخدمت کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے، انسانی فطرت کا ہمیشہ سے یہی راستہ ہے اور ہمیشہ یہی راستہ رہے گا۔

۱۹۴۷ء میں جب اس ملک کو آزادی ملی تو تربیت کی کمی، ذاتی یا قومی خودغرضی اور جہالت اور آدمیت کے احترام کے فقدان نے اس ملک کے لوگوں میں وہ دیوانگی پیدا کردی کہ انسان انسانوں کے حق میں درندے اور سانپ بچھو بن گئے اور انھوں نے ایسے وحشیانہ کام کئے کہ آدم خور وحشی سر جھکا لیں اور کانوں پر ہاتھ رکھیں، بے کس عورتوں کی بے آبروئی کی گئی، شیر خوار بچوں کو سنگینوں اور بھالوں سے قتل کیا گیا، چلتی ہوئی ریل سے مسافروں کو پھینکا گیا، کنوؤں میں زہر ملایا گیا، جلتی چتا میں جیتے جاگتے آدمیوں کو بٹھا کر جلا دیا گیا، ایک ایسا ملک جس کی اخلاقی سطح اتنی پست اور اس دیس کے بہت سے رہنے والے آدمیت اور تہذیب سے اتنے کورے ہوں کیا اس ملک میں اخلاقی اصلاح اور سماجی سدھار سے بڑھ کر کوئی مسئلہ اہمیت رکھتا ہے؟

پھر جب اس ملک کے دونوں حصوں کو حکومت مل گئی تو کچی سیرت، ناقص تربیت اور انگریزوں کے ڈھالے ہوئے اخلاق نے یہاں بھی گل کھلایا، رشوت ستانی اور معاشی لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری ہوئی، کنٹرول نہیں تھا تو قیمتیں اتنی چڑھ گئیں کہ غریب کی زندگی مشکل ہوگئی، کنٹرول قائم ہوا تو چور بازاری اور ناجائز نفع خوری نے سر نکالا، ایک طرف افراط زر نے ملک کے مالی توازن کو درہم برہم کر رکھا ہے، دوسری طرف بڑھتی ہوئی غربت نے لوگوں میں عام بے چینی پیدا کر رکھی ہے، ان غریبوں کو ملک کی آزادی اور عوامی حکومت کا احساس بھی نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایسی صورت میں ملک کا سب سے بڑا مسئلہ جس پر تمام سیاسی رہنماؤں اور ملک کے سچے خیر خواہوں کو پوری توجہ کرنی چاہئے تھی اور اس کو اپنی مصروفیتوں میں پہلی جگہ دینی چاہئے تھی، اس ملک کی اخلاقی اصلاح، سماجی سدھار اور ذمہ داری کا احساس تھا، درحقیقت ملک کی موجودہ صورت حال میں اس مسئلہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے یا تیسرے درجہ کے مسئلہ کو اپنا موضوع بنالینا اور کسی فرضی سبب کو اس ملک کی موجودہ بدحالی کا حقیقی سبب قرار دے لینا، ایک ایسا اخلاقی جرم ہے جس کو اس ملک کا ہوش مند مؤرخ معاف نہیں کرے گا، جس ملک میں انسانی زندگی کی ابتدائی باتوں کی تبلیغ کی ضرورت ہو، جس ملک میں شہری زندگی کا احساس اور آدمیت کے احترام کی تلقین کی ضرورت ہو، جس ملک میں عام انسانی اخلاق کی کمی ہو، جہاں لوگ بڑھی ہوئی رشوت، پھیلی ہوئی چور بازاری، اور حد سے بڑھی ہوئی نفع خوری کی وجہ سے اپنی جان سے عاجز ہوں، جہاں اخلاقی اور قانونی جرائم میں ترقی ہو، وہاں ان تمام چونکا دینے والے واقعات سے آنکھ بند کر کے صرف ایک کلچر، ایک زبان، کی بے معنی رٹ لگائے جانا، اور اس کو ہر مرض کی دوا سمجھنا اور اس پر زبان اور پریس کی تمام طاقتوں کا صرف کر دینا اس ملک کے ساتھ کہاں کا انصاف ہے؟!

اس وقت ہمارا سماج سخت خطرہ میں ہے، اس کو وہ کیڑا لگ گیا ہے جو اندر اندر سے اس کو کھوکھلا کر کے رکھ دے گا اسی کے ساتھ سمجھ لیجئے کہ جمہوریت بھی خطرہ میں ہے، جب سوسائٹی اخلاقی طور پر دیوالیہ اور معنوی حیثیت سے کھوکھلی ہو جائے تو اس کو نہ حکومت بچا سکتی ہے نہ جمہوری نظام، نہ ایک زبان اور ایک کلچر، رومن امپائر کا جس وقت خاتمہ ہوا اس وقت تمام رومی قلمرو میں ایک زبان اور ایک کلچر تھا، ایران اور خلافت عباسیہ اور خوارزم شاہی حکومت کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا لیکن اس میں سے کوئی چیز بھی اس کی حفاظت نہ کر سکی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دستور ساز اسمبلی کے صدر مسٹر ماولنکر نے اسی خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے سورت کے ایک جلسۂ عام میں یہ کہا کہ ہم کو سیرت کی تشکیل کرنی چاہئے اور ہمارے افعال کو سچائی پر مبنی ہونا چاہئے، اگر ہم اس نکتہ کو بھول گئے تو ہندوستان کی موجودہ سوسائٹی دیر یا سویر ختم ہو جائے گی اور ہم بھی اس کے ساتھ تباہ ہو جائیں گے، ہمیں صداقت کو ہر چیز کی بنیاد بنانا چاہئے، اور حکومت ہند کے مشیر تعلیم ڈاکٹر تاراچند نے بھی آگرہ یونیورسٹی کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ ''جمہوریت اسی وقت پنپ سکتی ہے جب سماج کا ہر شخص اچھی صفات کا مالک ہو۔''

ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۶ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو جے پور میں سبجیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں اپنی فطری صاف گوئی اور جرأت کے ساتھ اسی خطرہ کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ ''یہ نہایت قابل افسوس بات ہے کہ بہت سے لوگ بنیادی اور حقیقی مسائل کو چھوڑ کر معمولی باتوں میں الجھ گئے ہیں جن کا کوئی خاص اثر ہمارے ملک کی زندگی پر نہیں پڑتا، مجھے کسی بیرونی دشمن کا بالکل خطرہ نہیں، مجھے خطرہ اس عنصر سے ہے جو اپنی تنگ نظری سے ملک کی کمزوری کا باعث ہو رہا ہے، ہندوستان کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے ہندوستان کے تنزل کی سب سے بڑی وجہ تنگ نظری تھی''

ہندوستان کی اس عظیم الشان سوسائٹی کی حفاظت، اس نئی حکومت کے بقا اور آزادی کی قربانیوں نیز ملک کے ساتھ سچی خیر خواہی اور محبت کا تقاضا ہے کہ ہم یہاں کی اخلاقی اصلاح اور سماجی سدھار کے مسئلہ پر بالکل غیر جانب دار ہو کر تمام قومی اور مذہبی تعصبات سے آزاد ہو کر ایک حقیقت پسند آدمی کی طرح غور کریں، اتنی بڑی سوسائٹی اور اتنی بڑی سلطنت جس پر اس وقت دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں، جو ایشیا کی قیادت کی دعویدار ہے، جو قوموں کے توازن میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے، بہت سے ملکوں کا پیٹ بھر کر اپنا پیٹ بھر سکتی ہے، جو آدمیوں، قابلیتوں، اور جوہرات کا خزانہ ہے وہ اگر

www.abulhasanalinadwi.org

چھوٹی چھوٹی باتوں، ادنیٰ درجہ کی تعصبات سے تباہ ہوگئی تو اس سے بڑھ کر اور بڑا حادثہ کیا ہوگا۔

موجودہ اخلاقی کمزوریاں اور سماجی خرابیاں اس وقت تک دور نہیں ہوسکتیں جب تک کہ قوم میں اندرونی تبدیلی نہ پیدا ہو، جب تک اندرونی تبدیلی پیدا نہ ہوگی زندگی اور اخلاق اور ملک کے عام حالات میں کوئی سدھار نہیں ہوگا اور اس وقت تک لوگوں کو ان مصیبتوں سے نجات نہیں مل سکتی جو بداخلاقیوں اور سماجی کمزوریوں کی پیداوار ہیں، محض قانون، ضوابط، پولیس عدالتوں، نئے نئے کمیشنوں اور اصلاحی کمیٹیوں سے ان خرابیوں کا سدباب نہیں ہوسکتا اور ایک بھی ایسے انسان کو بے آئینی اور بددیانتی سے نہیں روکا جاسکتا جس میں بے اصولی اور بے ایمانی کا قلبی رجحان پیدا ہو چکا ہے، اور جو سرکاری قوانین اور انسانوں سے کسی مخفی اور بالاتر طاقت پر عقیدہ نہیں رکھتا، اعلیٰ تعلیم جو عقیدہ اور اخلاقی ضمیر سے خالی ہے اس بارہ میں ویسے ہی بے اثر اور غیر متعلق ہے جیسے دوسرے پیشے اور صنعتیں۔ یہ تمام افراد جو رشوت ستانی، چور بازاری، نفع خوری، بے اصولی ناجائز پاس داری، اور فریب کے مرتکب ہوتے ہیں، تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یورپ میں چونکہ زندگی کی بہتر تنظیم اور شہریت کا احساس زیادہ ہے اس لئے یوروپین سوسائٹی کے افراد گھٹیا قسم کی بداخلاقیوں سے احتیاط کرتے ہیں اور صرف اعلیٰ قسم کی بداخلاقیاں اور بلند معیار کی بے اصولیاں جائز سمجھتے ہیں، وہ افراد کے بجائے قوموں اور ملکوں کے معاملہ میں ناانصافیاں کرتے ہیں، انتخاب جیتنے کے لئے بڑی بڑی پارٹیوں اور قوموں کو اخلاقی رشوتیں دیتے ہیں، قوموں کو لڑا کر اور ملکوں کو تباہ کر کے اپنی تجارت کو فروغ دیتے ہیں، اگر موقع ہوتا ہے تو ایٹم بم کے استعمال کرنے اور ہرے بھرے شہروں کو خاک سیاہ کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتے، ان کو اشخاص کے معاملہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں ادنی سی وعدہ خلافی سے تکلیف ہوتی ہے مگر قوموں اور ملکوں کے معاملہ میں بڑی سے بڑی عہد شکنی میں تکلیف نہیں ہوتی، اگر دل سے خالی اور ضمیر سے عاری نظام تعلیم کسی قوم اور ملک کی اخلاقی سطح کو اونچا کر سکتا تو اس وقت یورپ اور امریکہ شخصی اور اجتماعی اخلاق میں دنیا کے لئے نمونہ ہوتے۔

اندرونی تبدیلی کے لئے دنیا کی پوری تاریخ میں "ایمان" سے بڑھ کر کسی طاقت اور تربیت کا تجربہ نہیں ہوا ہے، جب تک عوام میں خدا کا یقین اور اس کا خوف اور خدائی پوچھ گچھ کا کھٹکا پیدا نہ ہوگا، اخلاق اور آدمیت کا سراہاتھ نہیں آئے گا، اس یقین اور تربیت نے ذہنی اور اخلاقی تبدیلی اور زندگی کے انقلاب کے ایسے حیرت انگیز نمونے پیش کئے جن کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، یہی وہ طاقت تھی جس نے چھٹی صدی مسیحی میں عربوں جیسی کٹر اور ضدی قوم کی دیکھتے دیکھتے کایا پلٹ کر دی، صدیوں کی بری عادتیں چھڑا دیں، حیوانیت کی اس نیچی سطح سے جس پر وہ اپنے ہاتھوں اپنی معصوم بچیوں کو مٹی میں زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، انسانیت اور شرافت کی اس اونچی سطح پر پہنچا دیا کہ یتیم بچیوں کو پالنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے۔ یہی وہ اخلاقی احساس تھا کہ گنہگار عورت پیغمبرؐ کی عدالت میں آکر خود اپنے گناہ کا اقرار کرتی ہے پھر جب اس کو کسی ضمانت مچلکہ کے بغیر واپس کر دیا جاتا ہے تو بچہ کو گود میں لے کر آتی ہے اور سزا کی اس طرح خواہش کرتی ہے جیسے کوئی رہائی کی، پھر اس کو واپس کر دیا جاتا ہے کہ بچہ دودھ چھوڑ دے اور روٹی کھانے لگے تو آنا، دل کی پھانس پھر اس کو عدالت میں لاکر کھڑا کر دیتی ہے اور اس سے کہلواتی ہے کہ یا رسول اللہ مجھے سزا دے کر گناہ سے پاک کر دیجئے کہ میں خدا کے عذاب کی ہمت نہیں رکھتی۔ یہی وہ طاقت تھی کہ ایران کی جنگ میں غریب مسلمان سپاہی، لاکھوں روپے کی مالیت کا ہیرے جواہرات کا جڑاؤ سامان کُرتے کے دامن میں چھپا کر لاتا ہے اور افسر کے حوالے کر دیتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ یہ اللہ کا مال ہے، اس سے اس کا نام پوچھا جاتا ہے تو اپنا نام نہیں بتاتا کہ مجھے شکریہ اور تعریف کی ضرورت نہیں، جس کی خوشی کے لئے میں نے یہ کیا ہے، وہ میرا نام جانتا ہے۔ یہی وہ طاقت تھی کہ مدینہ کے مسلمان شراب کا پیالہ ہونٹ سے لگائے ہوئے ہیں کہ کان میں آواز آتی ہے کہ شراب حرام ہوگئی، پیالہ فوراً منھ سے ہٹ جاتا ہے، منھ کی شراب اگل دی جاتی ہے، مٹکے اور برتن پھوڑ دیئے جاتے ہیں اور مدینے کی نالیوں میں شراب بہتی نظر آتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں امریکہ جیسا منظم و ترقی یافتہ ملک کئی کروڑ ڈالر صرف کرکے اور کئی ارب روپئے کا لٹریچر شائع کرکے بھی امریکن سوسائٹی کو شراب چھوڑنے پر آمادہ نہیں کرسکا بلکہ اس نے اس کی جس قدر تبلیغ کی لوگوں میں شراب نوشی کا جنون اور بڑھا، یہاں تک کہ اس کو یہ قانون منسوخ کرنا پڑا۔ ہمارا ملک بھی اپنے پورے وسائل اور اثرات کو کام میں لانے کے بعد بھی رشوت ستانی اور چور بازاری کے خلاف اپنی مہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کرسکا، اب وقت آگیا ہے کہ ہم ایک ناکام طریقہ کا مزید تجربہ کرنے اور سوسائٹی کو زیادہ بگڑنے کا موقع دینے کے بجائے کامیاب راستہ کو اختیار کریں اور مذہب کی اس طاقت سے مدد لینے میں شرم محسوس نہ کریں، ہمارے سیاسی رہنما اور جن کے ہاتھ میں اس وقت ملک کی باگ ڈور ہے اس کو ملک کی تعمیر کا سنگ بنیاد سمجھیں اور اپنے تمام وسائل اور اثرات کو اس تبلیغ اور تعلیم میں صرف کریں۔ جو لوگوں میں خدا کا یقین اور خوف اور اس کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ ہونے کا خیال پیدا کرے۔ اس ملک کی تعمیر و ترقی اور اس سوسائٹی کی حفاظت اور نیک نامی کے لئے یہ کام فنون لطیفہ کی سرپرستی، کسی قدیم زبان و ادب یا یہاں کے فن رقاصی یا علم موسیقی کے زندہ کرنے، نئے نئے شعبوں کے افتتاح اور مغربی ممالک کے قدم بقدم چلنے کی کوشش سے ہزار درجہ زیادہ اہم ہے۔ غیر ملکی حکومت اور سیاسی مسائل کی وجہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارا پریس اور قومی کارکن اخلاقی اور سماجی مسائل کی طرف توجہ نہ کر سکے، اس لئے ہماری زندگی میں بہت سے جھول رہ گئے، لیکن اب جب کہ ہم پر اپنی سوسائٹی کی تعمیر اور ملک کی حفاظت کا بوجھ آپڑا ہے اور اس راستہ میں کوئی سیاسی رکاوٹ نہیں ہے، ہمارے پریس، ادب، ریڈیو، ٹی وی اور ہر قومی کارکن کو اس کی طرف پوری توجہ کرنی چاہئے اور ہر پروگرام سے زیادہ اس کو اہمیت دینی چاہئے، اگر ہم نے ملک کی مادی ترقی و تنظیم کے ساتھ سوسائٹی کی اخلاقی و روحانی ترقی و تعمیر کا کام ملا دیا اور اس کو نئی زندگی کی بنیاد بنایا تو یہ دنیا کی تاریخ میں ایک ایسا شاندار تجربہ ہوگا کہ نہ صرف ایشیاء کے آزاد ممالک بلکہ یورپ اور امریکہ بھی اس کی تقلید کریں گے۔ اگر ہم نے یورپ و امریکہ کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی نقالی کرنے پر اکتفا کی تو ہماری حیثیت ایک کند ذہن شاگرد سے زیادہ نہیں ہوگی جو اپنے دماغ سے سوچنے اور اپنا راستہ نکالنے سے معذور ہے، اور یہ ہمارے عظیم الشان ملک کے لئے کوئی قابل فخر حیثیت نہیں ہوگی۔

www.abulhasanalinadwi.org

آنکھوں کی سوئیاں

۷

زمانہ دراز سے مظلوم انسانیت
کا جسم سوئیوں سے چھلنی ہو رہا ہے، کچھ
ہمدرد ہاتھ اس کی سوئیاں نکالنے کے لئے بڑھتے
ہیں لیکن ہر مرتبہ آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتے ہیں،
مبارک ہیں وہ ہاتھ جو مظلوم انسانیت کے جسم کی سوئیاں
نکالیں مگر آنکھوں کی سوئیاں نکالے بغیر سکھ کی نیند اور
دل کا چین حاصل نہیں ہو سکتا انسانیت فریادی ہے
کہ جسم کی سوئیوں کے ساتھ آنکھوں کی سوئیاں بھی
نکالی جائیں تا کہ اس کو حقیقی سکون اور
دیرپا راحت نصیب ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

آنکھوں کی سوئیاں

ہندوستان کی کہانیاں اپنے اندر بڑی بڑی حقیقتیں رکھتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کہ اس ملک کے حکیموں نے زندگی کے بڑے بڑے فلسفوں کے عام فہم اور دلچسپ ترجمے کر دیئے ہیں یا خشک حقیقتوں کو چلتی پھرتی زندگی میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، ہم ان چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی مدد سے زندگی کے بہت سے حقائق کو ذہن کی گرفت میں لا سکتے ہیں۔

بچپن میں ہم نے جو کہانیاں سنی تھیں اور دماغ کی سلوٹوں میں کہیں چھپی رہ گئیں، ان میں سے کوئی ایسی کہانی بھی تھی جس میں کسی مظلوم عورت کی داستان درد بیان کی گئی تھی، جس کے سارے جسم میں سوئیاں چبھی ہوئی تھیں اس کی دشمن سارے دن اس کی سوئیاں نکالتی تھی لیکن آنکھوں کی سوئیاں قصداً چھوڑ دیتی تھی اور رات ہو جاتی تھی دوسرے دن پھر نئی سوئیاں چبھ جاتی تھیں اور پھر وہ سوئیاں نکالتی تھی لیکن آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتی تھی، ہم کو کہانی کے صرف اتنے ہی حصہ سے غرض ہے۔

آپ غور کریں گے تو مظلوم انسانیت کے ساتھ زمانۂ دراز سے یہی معاملہ درپیش ہے، اس کا سارا جسم سوئیوں سے چھلنی ہو رہا ہے، جسم کے ہر حصہ میں ظالم

www.abulhasanalinadwi.org

سوئیاں چبھ رہی ہیں، کچھ ہمدرد ہاتھ اس کی یہ سوئیاں نکالنے کے لئے بڑھتے ہیں لیکن ہر مرتبہ آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی نجات کا کام ناتمام رہ جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے روز وہ اسی طرح مجروح اور متلا نظر آتی ہے اور از سر نو محنت کرنی پڑتی ہے۔

انسانیت ایک مکمل انسانی جسم اور وجود کی نمائندہ ہے، وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی جامع ہے، اس کے ساتھ جسم بھی ہے، پیٹ بھی ہے، دل بھی ہے، دماغ بھی ہے، روح بھی ہے، ان تمام حصوں کے ساتھ کچھ مصائب اور آلام بھی ہیں، یہ اس کے جسم کی سوئیاں ہیں جو اس کو زار و نزار کیے ہوئے ہیں۔

بھوک، فاقہ، اچھی اور صحیح غذا کا نہ ملنا، یہ پیٹ کی سوئیاں ہیں، یقیناً ان سے انسانیت کو تکلیف اور دکھ پہنچتا ہے، عالم انسانیت کی یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے، اور زندگی کا یہ بڑا شرمناک پہلو ہے کہ قدرت کی فیاضیوں اور غذائی سامان کی پوری فراوانی کے باوجود چند انسانوں کے ناجائز تصرف یا کسی نظام سلطنت کے جابرانہ طرز عمل سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو پیٹ بھر روٹی میسر نہ ہو اور وہ اپنے فطری حق اور ضروری سامان زندگی سے محروم رہے، اس پر غم و غصہ، اضطراب و احتجاج، اس صورت حال کے خلاف جد و جہد ایک قدرتی امر اور صحیح انسانی احساس ہے جس پر تعجب یا ملامت کا کوئی موقع نہیں۔

انسان جسم رکھتا ہے اور جسم کو ٹھنڈک اور گرمی کا احساس دیا گیا ہے، اور لباس کی طلب بخشی گئی ہے، اس طلب کو پورا کرنے کے لئے زمین پر پورے انصاف اور ضرورت کے مطابق لباس پیدا کرنے والی چیزیں اور لباس تیار کرنے والے ہاتھ پیدا کیے گئے ہیں، پھر بڑی بے انصافی ہے کہ چند آدمیوں کے زائد لباس استعمال کرنے یا بکسوں میں بند کر کے رکھنے یا بے جان دیواروں کو جاندار انسانوں کے کام آنے والا کپڑا اڑھا

www.abulhasanalinadwi.org

نے کی وجہ سے انسان سردی سے ٹھٹھر کر مر جائیں یا ان کو ستر پوشی کے لئے بھی کپڑا نہ ملے۔

انسان دل رکھتا ہے اس کی کچھ جائز خواہشات ہیں، ان کا نہ پورا ہونا، بڑی زیادتی اور ظلم ہے۔ وہ دماغ رکھتا ہے اس کا علم سے محروم اور دماغی ترقی اور صحیح قوت فکر سے دور رہنا، ناانصافی اور نظام زندگی کا نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنا ایک حساس انسان اور ایک صحیح الاحساس جماعت کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے۔

انسانی تہذیب وتمدن کو پھلنے پھولنے اور انسانوں کی روحانی، ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو متوازن نشو ونما حاصل کرنے کے بہترین مواقع جب حاصل ہوتے ہیں جب ان کے راستہ میں کوئی جابر قوت حائل نہ ہو، عموماً دیکھا گیا ہے کہ غیر ملکی حکومت مسائل زندگی پر قبضہ کر لیتی ہے اور ان کی تقسیم کا کام اپنے غیر ہمدردانہ ناانصاف ہاتھوں میں لے لیتی ہے، اس کے اقتدار میں محکوم قوم کے جائز جذبات بھی افسردہ اور اس کی ذہانت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے وطن میں جیل کے قیدیوں کی طرح زندگی گزارتی ہے۔ اس لئے غلامی بھی انسانیت کے لئے ایک بڑی مصیبت اور بلائے جان ہے اور اس کا دور کرنا زندگی کے حقیقی لطف سے متمتع ہونے کے لئے شرط ہے۔ اس لئے بلاشبہ فاقہ کشی، عریانی، مجبوری، جہالت اور محکومی وہ سوئیاں ہیں جو انسانیت کے جسم کو برماتی رہتی ہیں ان کا دور کرنا ایک بڑی انسانی خدمت ہے۔

لیکن کیا اس دکھی انسانیت کے سارے دکھ اور روگ یہی ہیں اور یہی اس کے جسم کی سوئیاں ہیں؟ ان سوئیوں کے نکلتے ہی اس کو دل کا سکون، جسم کا آرام اور سکھ کی نیند نصیب ہو جائے گی؟ اور اس کی آنکھ کی کھٹک اور دل کی خلش دور ہو جائے گی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہوتی کہ ہر شخص کو پیٹ بھر روٹی ضرورت بھر کا کپڑا، جائز خواہشات کی تکمیل کا سامان اور تعلیم کے مواقع حاصل ہو جائیں، اس کے جسم میں کچھ اور بھی زہر کی بجھی ہوئی سوئیاں ہیں جو اس کو اندر اندر گھلاتی رہتی ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور ایسی سوسائٹی جس کو زندگی میں اپنی منھ مانگی مراد مل چکی ہو، ان زہر کی بجھی ہوئی سوئیوں کی وجہ سے ہر وقت کراہتی، تڑپتی اور اندر اندر سے گھلتی رہتی ہے۔

انسان اس پر بس نہیں کرتا کہ اس کو پیٹ بھر کر کھانا اور اپنے بچوں اور متعلقین کی ضرورت کا کپڑا اور سامان زندگی حاصل ہو گیا ہے، اس کے اندر اس فطری پیٹ کے علاوہ ایک اور مصنوعی پیٹ پیدا ہو جاتا ہے، وہ حرص و ہوس کا پیٹ ہے جو جہنم کی طرح ھل من مزید (کچھ اور ہے؟) ہی پکارتا رہتا ہے، اس کو روپیہ سے صرف اسی لئے نہیں کہ وہ ضروریات زندگی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے بلکہ بغیر کسی مقصد کے ذاتی محبت و عشق ہو جاتا ہے اور اس کو کوئی بڑی سے بڑی مقدار تسکین نہیں دے سکتی، دولت کے اس ذاتی عشق کی وجہ سے وہ ہر مجرمانہ فعل کا بے تکلف ارتکاب کرتا ہے، رشوت ستانی، چور بازاری، نفع اندوزی اس ذہنیت اور مزاج کا ادنیٰ کرشمے ہیں۔

اگر دنیا کی اخلاقی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور تعصبات سے الگ ہو کر بد نظمیوں، بے عنوانیوں اور شہری زندگی کے مشکلات کے حقیقی اسباب تلاش کئے جائیں تو ان کی تہہ میں جائز انسانی خواہشات اور حقیقی ضروریات کا ہاتھ کم ملے گا، ان کی تہہ میں عموماً ناجائز خواہشات اور فرضی ضروریات نکلیں گی، انہیں ناجائز خواہشات اور فرضی ضروریات نے ہر زمانہ میں شہری زندگی میں نئی نئی الجھنیں اور ہر نظام حکومت کے لئے نئی نئی مشکلات پیدا کی ہیں، انہیں فرضی ضروریات نے لوگوں کو مظالم، بد دیانتی، غبن، استحصال بالجبر، رشوت خوری، سٹہ بازی، ذخیرہ اندوزی، فریب دہی پر آمادہ کیا اور ان کے اثر سے پورے پورے ملک اور بڑی بڑی حکومتیں "اندھیر نگری چوپٹ راج" بن کر رہ گئیں۔

آج بھی اگر موجودہ مشکلات اور شکایات کی تحقیق کی جائے گی تو صاف نظر آئے گا کہ موجودہ پریشانی اور بے اطمینانی کا سبب یہ نہیں ہے کہ ملک کے لوگوں کی ایک

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی تعداد یا اکثریت کو ضروریات زندگی میسر نہیں اور اس کی جائز خواہشات پوری نہیں ہوتیں اور اس ملک میں بھوکوں اور ننگوں کی زیادتی ہے، انصاف سے اگر دیکھا جائے تو ان بھوکوں اور ننگوں نے کسی کی عافیت تنگ نہیں کی ہے۔ عافیت ان لوگوں نے تنگ کی ہے جن کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں، لیکن ان کا دل، دولت سے کبھی نہیں بھرتا، حقیقی ضروریات کا نام بدنام ہے، ان کی فہرست کچھ طویل نہیں، ساری خرابی فرضی ضروریات نے پیدا کی ہے جن کی فہرست ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے اور کبھی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ پورے محلہ اور کبھی پورے شہر کی دولت ایک فرد کے لئے کافی نہیں ہوتی۔

آج یہ ہوشربا گرانی، اشیاء کی نایابی اور افراط زر کیوں ہے؟ کیا اس لئے کہ اہل ملک کی اکثریت بھوکی اور ننگی ہے؟ ظاہر ہے کہ صرف اس لئے کہ دولت کی ہوس بڑھ گئی ہے، زیادہ اور جلد سے جلد دولت مند بننے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے، قناعت زندگی سے مفقود ہو چکی ہے، فخر، ریاکاری، جاہ طلبی، نمائش شہریت کے خمیر میں داخل ہو چکی ہے۔

آج جس چیز نے زندگی کو عذاب اور دنیا کو دارالعذاب بنا رکھا ہے اور جس سے ہر موڑ پر سابقہ ہے وہ بڑھی ہوئی رشوت ستانی، چور بازاری اور ظالمانہ نفع خوری ہے، لیکن کیا ان جرائم کا ارتکاب بھوک، فاقہ کشی اور برہنگی کی مجبوری سے کیا جاتا ہے، یہ تو اسی طبقہ کی حرکات ہیں جس کو اپنی خوراک سے زیادہ غلہ، اپنے حصہ سے زائد کپڑا اور اپنی ضرورت سے فاضل سامان زندگی حاصل ہے، ہزاروں مجرموں میں ایک بھی نانِ شبینہ کا محتاج اور سردی سے ٹھٹھرنے والا انسان نہیں ملے گا، یہ متوسط اور دولت مند طبقہ کے اعمال ہیں جس کے پاس ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز کم اور ارتکاب جرم کے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے۔

حقیقت میں انسانوں کی فطری اور واجبی ضروریات کا معاملہ کچھ مشکل نہیں یہ

www.abulhasanalinadwi.org

بالکل ممکن ہے کہ ایک ملک میں ہر شخص کو پیٹ بھر کر کھانا، ضرورت کا کپڑا اور سامان زندگی میسر ہو جائے، لیکن کیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی حکومت اور بہتر سے بہتر نظام کسی مختصر سی مختصر آبادی کے لئے بھی اس کی فرضی ضروریات مہیا کر سکتا ہے، اور کسی ایک انسان کے بھی مصنوعی پیٹ کو بھر سکتا ہے، جس کی جھوٹی بھوک (اشتہاء کاذب) سارے انسانوں کا رزق کھا کر بھی نہیں مٹتی؟ پھر جب سوال حقیقی ضروریات کا نہیں بلکہ فرضی ضروریات کا ہے اور مرض اشتہائے صادق نہیں بلکہ اشتہائے کاذب ہے، تو کوئی ایسا معاشی فلسفہ یا اقتصادی نظام، جو سوسائٹی کے ضمیر کو نہیں بدلتا، جو صرف انسانوں کے پیٹ بھرنے اور ان کا تن ڈھکنے کی ذمہ داری لیتا ہے اور جو مادی احساس میں اعتدال پیدا کرنے کے بجائے اشتعال پیدا کرتا ہے، کیا کسی سوسائٹی کو بھی اندرونی طور پر مطمئن کر سکتا ہے اور زندگی کی موجودہ مشکلات سے نجات دے سکتا ہے؟

غور سے دیکھا جائے تو رشوت ستانی، چور بازاری، حد سے زیادہ نفع خوری اور اخلاقی جرائم پیچیدگیاں نہیں ہیں، اصل پیچیدگی وہ ذہنیت اور مزاج ہے جو ان بداخلاقیوں اور بے اصولیوں پر آمادہ کرتا ہے، اگر ایک دروازہ بند کیا جائے گا تو دس دروازے کھل جائیں گے، انسانی ذہن اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بہت سے چور دروازے رکھتا ہے، اگر اس میں کوئی گہری تبدیلی نہ ہو تو اس کا راستہ روک کر کوئی عاجز نہیں کر سکتا، اس کو اپنی مطلب برآری کے لئے بہت سی تدبیریں اور حیلے آتے ہیں وہ ان سے اپنا مطلب نکال لے گا۔

موجودہ زندگی کی اصل خرابی یہ ہے کہ پوری سوسائٹی کا ضمیر خود غرض اور مطلب پرست بن گیا ہے، اس کا ایک فرد اپنی غرض کے لئے بے تکلف بڑی سے بڑی بے اصولی کا ارتکاب کر لیتا ہے، اگر وہ کسی شعبہ کا امین بنایا جاتا ہے تو اس کو خیانت میں باک نہیں۔ اگر کسی قومی ادارہ کا رکن منتخب ہوتا ہے تو اس کو اپنے حقیر فائدہ کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

۵۶۰
۱۰۰۱۱ ۹ ۱۱

بڑے سے بڑے قومی و جماعتی فوائد کو پامال کرنے اور دوسروں کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر آباد کرنے میں عذر نہیں۔ اگر وہ ماتحت ہے تو کام چور، سست کار اور احساس فرض سے عاری ہے، وہ اپنے کسی متوقع فائدہ یا کسی ذاتی رنجش کی بناء پر ایک گھنٹہ کے کام میں باآسانی ایک مہینہ لگا سکتا ہے اور آسان سے آسان معاملہ کو برسوں الجھا سکتا ہے اور اس طرح سے اپنے ذاتی فوائد کے لئے نظام حکومت کو ناکام یا بدنام کر سکتا ہے۔ اگر وہ صاحب اختیار ہے تو اعزہ نوازی، احباب پروری، بیجا پاسداری اور شخصی یا خاندانی فوائد کی بنا پر صریح بے اصولی کا ارتکاب کر کے ملک و قوم کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر تاجر ہے تو دولت میں غیر ضروری اضافہ کرنے کے لئے چور بازاری اور ناجائز نفع خوری کر کے لاکھوں غریبوں کو پیٹ کی مار مارتا ہے اور دانہ دانہ کو ترساتا ہے۔ اگر وہ روپیہ کا کاروبار کرتا ہے تو سود خوری یا مہاجنی کے ذریعہ صدہا غریبوں کا بال بال قرض میں جکڑ دیتا ہے اور ان کو پیسہ پیسہ کا محتاج بنا دیتا ہے۔

افراد سے بڑھ کر جماعتوں اور پوری پوری قوموں پر خود مطلبی اور خود غرضی کا شیطان مسلط ہو گیا ہے، سیاسی جماعتیں جماعتی خود غرضی اور خود بینی میں مبتلا ہیں، یورپ اور امریکہ کی جمہوریتوں پر قومی خود غرضی کا بھوت سوار ہے، جس کے پاؤں کے نیچے چھوٹی اور کمزور قومیں سبزہ کی طرح پامال ہوتی رہتی ہیں، اس قومی خود غرضی نے ساری دنیا کو تجارت کی منڈی یا لوہار کی بھٹی بنا رکھا ہے، اور ساری زمین کو ایک وسیع میدانِ جنگ میں تبدیل کر دیا ہے، اس قومی خود غرضی کی خاطر بڑی سے بڑی بے اصولی اور بے آئینی روا ہے، اس کے ادنی اشارہ پر لاکھوں بے گناہ انسانوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، ایک قوم پر دوسری قوم کو مسلط کر دیا جاتا ہے، بھیڑ بکریوں کی طرح ایک قوم کو دوسری قوم کے ہاتھ بیچ ڈالا جاتا ہے، متحد ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں، یورپ کی اسی قومی خود غرضی نے پہلے عربوں کو ترکوں کے خلاف

www.abulhasanalinadwi.org

ابھارا اور کل عرب سلطنت کا خواب دکھایا، پھر اسی خودغرضی نے شام جیسے چھوٹے ملک میں چار، مستقل حکومتیں قائم کیں، پھر اسی نے یہودیوں کو وطن الیہود کا سبز باغ دکھایا، آج بھی فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اس کی گتھی جس طرح الجھتی جا رہی ہے وہ محض امریکہ، برطانیہ اور روس کی قومی خودغرضی کا نتیجہ ہے، ہندوستان میں سو برس جو کچھ ہوتا رہا ہے اور پھر آخر میں جس طرح اس امن پسند ملک کو قتل گاہ بنا کر چھوڑا گیا ہے وہ یا تو برطانیہ کی براہ راست قومی خودغرضی کا کرشمہ ہے یا اس کی پیدا کی ہوئی اس بدترین قومی خودغرضی کا جس کا زہر یہاں کی آبادی کے جسم میں سو برس تک سرایت کرتا رہا ہے، مغربی تہذیب اور مغربی سیاست کی لائی ہوئی اس قومی خودغرضی نے ۱۹۴۷ء میں یہاں کے لوگوں کو اتنا اندھا اور دیوانہ بنا دیا کہ ان سے وہ غیر انسانی افعال صادر ہوئے جن کی نسبت سے چوپایوں اور درندوں کو بھی شرم آئے گی اور آدم خور وحشیوں کی گردن شرم سے جھک جائے گی، اور زمانۂ آئندہ کا مؤرخ ان واقعات کی تصدیق میں سخت پس و پیش کرے گا۔

پھر اس خودغرضی نے ساری دنیا میں اور ملک کے تمام طبقوں میں ایک مخصوص مزاج پیدا کر دیا ہے جس کا خاصہ ہے کہ انسان اپنے حقوق کے مطالبہ میں بڑا مستعد ہے اور فرائض و حقوق کے ادا کرنے میں سخت کوتاہ اور حیلہ جو۔ اس ذہنیت اور سیرت نے ساری دنیا میں انفرادی، جماعتی اور طبقاتی کش مکش برپا کر دی ہے، ہر شخص اپنا حق مانگتا ہے اور دوسرے کا حق ادا کرنے سے گریز کرتا ہے، اگر دنیا پر نظر ڈالی جائے تو ساری دنیا حقوق طلبوں کی ایک آبادی نظر آئے گی، جس میں حق طلبی کا نعرہ تو ہر زبان پر ہے لیکن ادائے فرض کا احساس کسی دل میں نہیں، جس آبادی میں ہر شخص حق طلب ہو لیکن فرض شناس کوئی نہ ہو وہاں کی زندگی کی الجھنوں اور دقتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور وہاں کی کش مکش کو کوئی انسانی تدبیر یا تنظیم دور نہیں کر سکتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہم اس خودغرضی پر خواہ کتنے چیں بہ جبیں ہوں اور اس سے ہمیں خود اپنی روزمرہ کی زندگی میں خواہ کتنی مشکلات پیش آئیں وہ ہے بالکل ایک قدرتی چیز، جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں، اس مادی زندگی کی لذتوں اور فائدوں کے سوا کسی اور حقیقت کا یکسر وجود نہیں اور ہمارا سارا ادب، فلسفہ اور پورا ماحول اسی کی تلقین کرتا ہو، اسی کی مثالیں سند اور معیار کے طور پر پیش کر رہا ہو، زندگی بعد موت کا ہر تصور ختم ہو چکا ہو، اخلاقی قدروں اور زندگی کی دوسری بلند اور لطیف تر حقیقتوں نے خالص مادی وجسمانی احساسات کے لئے جگہ خالی کردی ہو، پیٹ اور جسم نے پھیل کر زندگی کی ساری وسعت گھیر لی ہو اور تمام دوسری حقیقتوں کو نگاہ سے اوجھل کر دیا ہو، وہاں انسان خودغرض کیوں نہ ہو؟ اور وہ اس اول وآخر زندگی کی لذتوں اور منفعتوں کو کس دن کے لئے اٹھا رکھے اور اس زندگی سے لطف اندوزی میں کس لئے بخل اور احتیاط سے کام لے؟ پھر جب اس کو کسی بالاتر نگرانی اور کسی قادر وتوانا ذات اور کسی ہمہ بیں وہمہ داں ہستی کا بھی اعتقاد اور خوف نہ ہو تو وہ ان اغراض کے حصول کے لئے جو اس کی زندگی میں خوش حالی یا لذت ولطف پیدا کریں ان اسباب وذرائع کے اختیار کرنے میں کیوں پس وپیش سے کام لے جو اس کے لئے کسی وقت بھی ممکن ہوسکیں؟

اور پھر جب مادہ پرست سیاسی فلسفہ نے انسان کی زندگی کو ایک قوم اور ایک وطن کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور ہر ایسے تصور اور ہمدردی کو ذہن سے نکال دیا ہے جس کا دائرہ ایک قوم یا وطن سے زیادہ وسیع ہو، اور ہر ایسی چیز کو راستہ سے ہٹا دیا ہے جو انسانیت کا وسیع تر تصور اور زندگی کا غیر فانی تخیل پیش کرتی ہو تو انسان کی فطری خودغرضی اپنی انتہائی ارتقا میں بھی قومی اور وطنی خودغرضی کی سطح سے کس طرح بلند ہوسکتی ہے اور وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کسی جائز وناجائز فعل کے ارتکاب سے کس طرح احتیاط کرسکتی ہے؟

www.abulhasanalinadwi.org

یہ خودغرضی اور مطلب پرستی اس موجودہ نظام معاشرت وسیاست کا جنم روگ ہے، جب تک اس کا ازالہ نہ ہو ظاہری انتظامات، اصلاحات وترقیات کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں، سیاسی طور پر ملک آزاد وخودمختار ہو یا غیر ملکی حکومت کے ماتحت، جب تک ہماری سوسائٹی پر خودغرضی مسلط ہے، دولت وعزت کا عشق تمام ملک پر چھایا ہوا ہے، ذمہ داری کا احساس افراد کے دلوں سے نکل چکا ہے اور معاشرہ کا قلبی رجحان زیادہ سے زیادہ لطف اندوزی، فرضی ضروریات کے حصول اور خواہشات نفس کی تکمیل کی طرف ہے عملاً وہ سوسائٹی زندگی کی حقیقی مسرتوں اور آزادی کے عملی نتائج سے محروم رہے گی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ سوسائٹی پر ایک غیر طبعی فربہی چھا رہی ہے، وہ اپنی ظاہری آرائش میں بھی ترقی کر رہی ہے، فاقہ کشی اور عریانی کا تناسب بھی کم ہو رہا ہے، اور بعض ملکوں میں معاشی ناانصافی کا خاتمہ ہو گیا ہے، تعلیم عام ہو رہی ہے، نئے نئے شعبوں کی کثرت ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سوسائٹی کو اندر سے روگ لگ چکا ہے، جو اندر اندر سے اس کو گھلا رہا ہے، جب دلوں میں ناانصافی گھر کر گئی ہو تو محض معاشی ناانصافی کو مٹا دینے سے کسی ملک میں حقیقی انصاف اور عام ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی۔ معاشیات کے علاوہ بھی زندگی کے بہت سے میدان ہیں جن میں انسان کو انسان پر ظلم کرنے، اس کا حق دبانے اور کم سے کم اس کو تنگ کرنے کے پورے مواقع حاصل ہیں، جب تک دلوں سے اس ناانصافی اور ظلم کی طرف رجحان اور خودغرضی کا بیج نہ نکالا جائے کوئی شہری نظام، ظلم وناانصافی اور بددیانتی سے پاک نہیں ہو سکتا۔

ایشیا میں ابھی حال میں جو نئی خودمختار ریاستیں قائم ہوئی ہیں یا جن ممالک کو نئی نئی آزادی حاصل ہوئی ہے وہ بھی اس حقیقت کو نظرانداز کر رہے ہیں کہ ملک کی خوش حالی اور قوم کی ترقی صرف زندگی کی ظاہری تنظیمات اور وسائل کے حصول میں نہیں ہے بلکہ ان مقاصد کی صحت میں ہے جن کے لئے یہ وسائل استعمال ہوتے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

رجحان کی درستی اور انصاف و ہمدردی کے قلبی جذبات میں ہے اور یہ چیزیں کسی مشینی طریقہ اور سیاسی تنظیم سے نہیں پیدا ہوتیں، اگر یہ کسی مشینی طریقہ یا سیاسی نظام سے پیدا ہو سکتیں اور وسائل زندگی کی فراہمی اور ملک کی ظاہری تنظیم، حقیقی خوش حالی، امن واطمینان، قلبی سکون کا گہوارہ ہوتیں اور وہ ممالک جنت نظیر ہوتے، مگر سب جانتے ہیں کہ ان ممالک کو حقیقی اطمینان نصیب نہیں، وہاں کی اندرونی الجھنیں کوئی چھپا ڈھکا واقعہ نہیں۔

مقاصد کی صحت، رجحان کی درستی اور انصاف و ہمدردی کے قلبی جذبات کا سرچشمہ، ایک صحیح طاقتور اخلاقی وروحانی مذہب ہی ہے جو انسان کے جسم کے ساتھ اس کے دل پر بھی حکومت کرے، جو اس کی خواہشات کو اپنے ضبط ونظم میں رکھے، جو اپنی روحانی طاقت سے، اس سے بنی نوع کے حق میں ایثار وقربانی کرا سکے، جو اس محدود مختصر زندگی کے علاوہ کسی ایسی غیر فانی زندگی کو اس کی نگاہ میں اس طرح حقیقت بنا سکے کہ اس کے شوق میں آدمی اس زندگی میں اعتدال واحتیاط سے کام لے، جو اس کے سامنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، دولت وعزت حاصل کرنے اور حیوانی تقاضوں کو انسانی عقل وہنرمندی سے پورا کرنے کے علاوہ انسانیت اور زندگی کے کچھ اور معانی بتلا سکے اور انسان کی زندگی کے کچھ زیادہ بلند مقاصد انسان کے سامنے لا سکے، ایسے ہی مذہب کی صحیح تعلیم، اس خودغرضی اور کوتاہ نظری کو زائل کر سکتی ہے جس سے ہمارا موجودہ نظام معاشرت وسیاست داغ داغ ہو رہا ہے۔

مبارک ہیں وہ ہاتھ جو مظلوم انسانیت کے جسم کی سوئیوں کو نکالنے کے لئے بڑھیں، مگر یاد رہے کہ آنکھوں کی سوئیاں نکالے بغیر اس کو سکھ کی نیند اور دل کا چین حاصل نہیں ہو سکتا۔ آزادی اور حکومت خود اختیاری کا حاصل کرنا بڑا ضروری کام اور اعلیٰ مقصد ہے، ملک سے فاقہ کشی، برہنگی اور افلاس کا دور کرنا، معاشی ناانصافیوں کا خاتمہ کرنا اور ہر شخص کے لئے ضروری وسائل زندگی کا مہیا کرنا نہایت مبارک کام ہے اور جو

www.abulhasanalinadwi.org

لوگ اس میں حصہ لیں وہ انسانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں، لیکن ان کو اپنے کام کو بالکل ادھورا اور ناقص سمجھنا چاہئے جب تک انسانیت کے دل کی پھانس اور آنکھ کی کھٹک دور نہ ہو، اس کا ضمیر خدا ترس اور پاک باز نہ ہو جائے، اس میں ذمہ داری کا احساس نہ پیدا ہو جائے، اس کی نظر شکم پروری اور تن پروری سے بلند ہو کر بنی نوع انسان کے عام فائدوں پر نہ ہو، اس میں وسعت نظر اور عالی حوصلگی نہ پیدا ہو جائے، وہ ضروریات زندگی اور فضولیات زندگی میں فرق نہ کر سکے اور اس کو ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرنے اور اپنے نفس کے خلاف کرنے میں دقت نہ ہو۔

کئی بار اس جسم کی سوئیاں نکالنے کے لئے انسانیت کے ہمدرد ہاتھ بڑھے لیکن ہر بار انھوں نے آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیں اور رات ہو گئی۔ کسی ملک کو اس کے فرزندوں نے اپنی قربانیوں اور بہادری سے آزادی دلائی، کہیں ارادے کے پکے انسانوں نے جابر شخصی سلطنتوں کا تختہ الٹ کر ملک میں جمہوری نظام اور عوامی حکومت قائم کی لیکن دل کی پھانس دل کے دل ہی میں رہ گئی، ملک کا نظم ونسق کرنے والے بدل گئے مگر نظم ونسق کا طریقہ اور حکومت کی روح اور اس کا مزاج نہ بدلا۔ اب بھی کئی ملکوں میں معاشی انقلاب کی جدوجہد جاری ہے لیکن لوگ پیٹ کی سوئیاں دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں کی سوئیوں کی طرف سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں، انسانیت فریادی ہے کہ رات آنے سے پہلے جسم کی سوئیوں کے ساتھ آنکھوں کی سوئیاں بھی نکال دی جائیں تاکہ اس کو حقیقی سکون، دیرپا راحت اور متوازن زندگی حاصل ہو۔

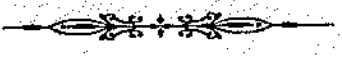

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کی سالگرہ

۸

ہر ایک کو اپنی سالگرہ عزیز ہے
ہماری اس موجودہ دنیا کی بھی ایک سالگرہ
ہے، اور وہ آج کا مبارک دن ہے کہ آج کے دن
دنیا کا سب سے مبارک انسان پیدا ہوا، جس نے
اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی بخشی اور ساری دنیا
کو علم و یقین، امن و تہذیب، روحانیت اور
خدا کے ذکر سے بھر دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کی سالگرہ

ہر ایک کو اپنی سالگرہ عزیز ہے، ہماری اس موجودہ دنیا کی بھی ایک سالگرہ ہے، اور وہ آج کا مبارک دن ہے۔

یوں تو اِس دنیا کی عمر بہت بتلائی جاتی ہے مگر یہ دنیا کئی بار سو سو کر جاگی ہے، اور مر مر کر زندہ ہوئی ہے، آخری بار جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے عقل و ہوش کی آنکھیں کھولیں، وہ وہ دن تھا جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا، وہ پیدا ہوا تو یتیم تھا، مگر اس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کو نئی زندگی بخشی۔ سوتے میں جو عمر کٹی وہ کیا عمر ہے؟ خودکشی میں جو وقت گزرا وہ کیا زندگی ہے؟ اس لئے سچ پوچھئے تو موجودہ دنیا کی کام کی عمر چودہ سو برس سے زائد نہیں۔

چھٹی صدی مسیحی میں انسانیت کی گاڑی ایک ڈھلوان راستہ پر پڑ گئی تھی، اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا، راستہ کا نشیب بڑھتا جا رہا تھا، اور رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی، اسی گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ اور آدم کا سارا کنبہ سوار تھا، ہزاروں برس کی تہذیبیں، اور لاکھوں انسانوں کی محنتیں تھیں، گاڑی کے سوار میٹھی نیند سو رہے تھے یا زیادہ اچھی جگہ حاصل کرنے کے لئے آپس میں دست و گریباں تھے، تنگ مزاج تھے، جو جب

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھیوں سے روٹھتے تو ایک طرف سے دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ جاتے، کچھ ایسے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چلاتے، کچھ کھانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس غار کی طرف جارہی ہے، اور وہ اب کتنا قریب رہ گیا ہے؟

انسانیت کا جسم تر و تازہ تھا، مگر دل نڈھال، دماغ تھکا ہوا، ضمیر بے حس و مردہ، نبضیں ڈوب رہی تھیں، اور آنکھیں پتھرانے والی تھیں، ایمان و یقین کی دولت سے عرصہ ہوا یہ انسانیت محروم ہو چکی تھی، پورے پورے ملک میں ڈھونڈے سے ایک صاحب یقین نہ ملتا، توہمات کا ساری دنیا پر قبضہ تھا، انسانیت نے اپنے کو خود ذلیل کیا تھا، انسان نے اپنے غلاموں اور چاکروں کے سامنے سر جھکایا تھا، ایک خدا کے سوا سب کے سامنے اس کو جھکنا منظور تھا، حرام اس کے منہ کو لگ گیا تھا۔

شراب اس کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
جو اس کی دن رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پلتے تھے، اور بستیاں اجاڑ کر بستے تھے، ان کے کتے موج کرتے، اور انسان دانہ دانہ کو ترستے، زندگی کا معیار اتنا بلند ہو گیا تھا کہ جینا دوبھر تھا، جو اس معیار پر پورا نہ اترے وہ جانور سمجھا جاتا تھا۔ نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور دستکاروں کی کمر جھکی اور گردن ٹوٹی جاتی تھی۔ لڑائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی، ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، سب زندگی کی فکروں میں گرفتار اور ظلم اور زیادتی سے زار و نزار تھے، پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ ملتا جس کو اپنے پیدا کرنے والے کی رضامندی کی فکر ہو، یا راستہ کی سچی تلاش ہو، غرض یہ نام کی زندگی تھی مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خودکشی۔

دنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے باہر تھی، پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا، معاملہ پوری انسانیت کی موت اور زندگی کا تھا۔ سوال کسی ایک خرابی کا نہ تھا، انسانیت کا بدن داغ داغ تھا، اور دامن تار تار، اصلاح کے لئے جو لوگ آگے بڑھے، وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے کہ: ع

تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

فلسفی اور حکیم، شاعر اور ادیب، کوئی اس میدان کا مرد نہ نکلا، سب اس وبا کے شکار تھے، مریض مریض کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، وہ دوسرے کو کس طرح یقین سے بھر دے؟ جو خود پیاسا ہو، وہ دوسرے کی پیاس کس طرح بجھائے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری قفل پڑا تھا، اور کنجی گم تھی، زندگی کی ڈور الجھ گئی تھی اور سرا ملتا نہ تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ نقشہ پسند نہ تھا، آخر کار اس نے عرب کی آزاد اور سادہ قوم میں جو فطرت سے قریب تھی ایک پیغمبر بھیجا کہ پیغمبر کے سوا اب اس بگڑی دنیا کو کوئی نہیں بنا سکتا تھا۔ اس پیغمبر کا نام نامی محمد بن عبد اللہ ہے۔ اللہ کے لاکھوں سلام و درود ہوں ان پر۔ ؎

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

اس زندگی کی ہر چیز سلامت تھی، مگر بے جگہ و بے قرینہ، زندگی کا پہیہ گھوم رہا تھا مگر غلط رخ پر، اصل خرابی یہ تھی کہ زندگی کی چول کھسک گئی تھی، اور ساری خرابی اسی کی تھی، یہ چول کیا تھی؟ اپنے اور اس دنیا کے بنانے والے کا صحیح علم، اسی کی بندگی اور تابعداری کا فیصلہ، اس کے پیغمبروں کو ماننا، اور ان کی ہدایت و تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنا، اور دوسری زندگی کا یقین۔

انھوں نے اس زندگی کی چول بٹھادی، مگر اپنی زندگی اور اپنے خاندان کی

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کو خطرہ میں ڈال کر، اور اپنا سب کچھ قربان کر کے، انھوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرایا، دولت اور عیش کی بڑی سے بڑی پیشکش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا، ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، گھر والوں کو فقر و فاقہ میں شریک رکھا، دنیا کی ہر قربانی میں ہر خطرہ میں پیش پیش اور ہر فائدہ اور ہر لذت سے دور دور، لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ دنیا کو صحیح رخ پر نہ ڈال دیا، اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔

تیئس برس میں دنیا کا رخ پلٹ گیا، دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رجحان پیدا ہو گیا، اچھے برے کی تمیز ہونے لگی، خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا، انسان کو انسان کے سامنے اور اپنے خادموں کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی، اونچ نیچ دور ہوئی، قومی و نسلی غرور ٹوٹا، عورتوں کو حقوق ملے، کمزوروں و بے کسوں کی ڈھارس بندھی، غرض دیکھتے دیکھتے دنیا بدل گئی، جہاں پورے پورے ملک میں ایک بھی خدا سے ڈرنے والا نظر نہ آتا، وہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے انسان پیدا ہو گئے، جو اندھیرے اجالے میں خدا سے ڈرنے والے تھے، جو یقین کی دولت سے مالا مال تھے، جو دشمن کے ساتھ انصاف کرتے تھے، جو حق کے معاملہ میں اپنی اولاد کی پروا نہ کرتے، جو اپنے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار رہتے، جو دوسروں کے آرام کی خاطر مصیبت برداشت کرتے، جو کمزور کو طاقتور پر ترجیح دیتے، رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار، دولت، حکومت، طاقت، خواہشات سب پر حاکم، سب پر غالب، صرف ایک اللہ کے محکوم، صرف ایک اللہ کے غلام، انھوں نے اس دنیا کو علم و یقین، امن و تہذیب، روحانیت اور خدا کے ذکر سے بھر دیا۔

زمانے کی رُت بدل گئی، انسان کیا بدلا، جہاں بدل گیا، زمین و آسمان بدل گئے، یہ سارا انقلاب اسی پیغمبر کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے، آدمؑ کی اولاد پر آدمؑ کے کسی

www.abulhasanalinadwi.org

فرزند کا ایسا احسان نہیں جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا کے انسانوں پر ہے، اگر اس دنیا سے وہ سب لے لیا جائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عطا کیا ہے، تو انسانی تہذیب ہزاروں برس پیچھے چلی جائے گی، اور اس کو اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔

آج کا دن مبارک کیوں نہ ہو ——— کہ

آج ہی کے دن دنیا کا سب سے مبارک انسان پیدا ہوا، جس نے اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی عطا کی۔ ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
وہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں پر ایک نظر
اور قلب پر تین اثر

۹

جس وقت اس نادان کمسن بچے (امت) نے اس اتالیق اعظمؐ، اس مربی اکبرؐ، اس دانا جہاں دیدہ کی انگلی چھوڑ دی وہ پیچ دار گلیوں میں بھیڑ میں پڑ گیا، وہ جتنا چلتا ہے اپنے گھر سے دور ہوتا جاتا ہے، چلاتا ہے، روتا ہے، مگر کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑتا، وہ بھوکا ہے پیاسا ہے مگر کسی کو اس پر ترس نہیں آتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں پر ایک نظر اور قلب پر تین اثر

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اس وقت کہیں مسلمانوں کی تعداد سن کر اور ایک جگہ ان کا کوئی مجمع دیکھ کر دل پر تین قسم کے نہایت مختلف اثر ہوتے ہیں: مسرت، حیرت، حسرت۔

مسرت

اس کی کہ الحمد للہ! ایک وقت تھا کہ روئے زمین پر کلمہ گو انگلیوں پر گنے جاتے تھے، اور یہ وہ تھے جو ساری دنیا کی اصلاح کو نکلے تھے اور پوری امت کہلاتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورہ آل عمران)۔

"تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئیں عالم میں، اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو"

اور جن کو قریبی زمانہ میں زمین کا نقشہ اور قوموں کی تقدیر بدلنی تھیں اور جنہوں

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس تعداد پر خشکی اور تری سے دشمنی مول لے لی تھی۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تین مرتبہ مسلمانوں کو شمار کیا گیا، پہلی مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰، دوسری میں ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تھی، اور تیسری مرتبہ شمار میں مسلمان ڈیڑھ ہزار تھے تو پھر اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اطمینان کی سانس لی کہ اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر ہے؟ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم اکیلے نماز پڑھتے تھے اور پھر بھی ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا۔(۱)

بہر حال شکر کا مقام ہے، اور اللہ کا احسان ہے اور یہ احسان اس نے ایک جگہ جتایا ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(الانفال:۲۶)

"اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو لوگ، پھر اس تم نے کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور عطا کیں تم کو پاک چیزیں تا کہ تم شکر کرو۔"

ایک نبی نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ احسان اس طرح یاد دلایا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ

"اور یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو تمہیں زیادہ کر دیا۔"

آج صرف ایک جگہ اسلام کے مرکز سے ہزاروں میل دور مسلمان کہلانے والوں کی اتنی صورتیں نظر آسکتی ہیں، جن سے بہت کم کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی

---

(۱) صحیح البخاری باب کتابۃ الامام للناس۔

www.abulhasanalinadwi.org

تھیں اور خواب میں بھی نظر نہیں آتی تھیں، اور ان کے زرق برق لباس اور بیش قیمت پوشاک کی وجہ سے نظر نہیں ٹھہرتی۔

ایک وہ وقت تھا کہ مکہ کا نازوں کا پلا امیر زادہ مصعب بن عمیرؓ کہ جو جس وقت مکہ کی گلیوں میں نکلتا تھا تو دو دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک جسم پر نہ ہوتی تھی اور آگے پیچھے غلام ہوتے تھے اور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی محبت تھی اور جس کے ہاتھ میں جنگ احد میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا، جب احد میں شہید ہوتا ہے تو اس کے ترکہ میں اور مسلمانوں کے پاس اتنا نہیں ہوتا کہ اس کو فراغت سے کفن دے سکیں، صرف ایک کمبل ہوتا ہے کہ جب اس سے سر چھپاتے ہیں تو پیر کھل جاتے ہیں اور پیر چھپاتے ہیں تو سر کھل جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سر چھپا دو اور پیر پر گھاس ڈال دو۔

حیرت

اور ایسی حیرت ہے کہ عقل کام نہیں کرتی اور سکتہ طاری ہو جاتا ہے کہ ان شتر بانوں اور خانہ بدوشوں کی کیا کایا پلٹ ہوئی کہ پلک جھپکانے میں شتر بان سے جہاں بان بن گئے، قیصر و کسریٰ کے تاج پیروں سے روندے، زمین کا جغرافیہ بدل دیا، دنیا کی تاریخ بدل دی، دنیا بدل دی۔ پھر دیکھتے دیکھتے ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ جہاں سے چلے تھے اس سے بھی پیچھے ہٹ گئے، وہ کیا چیز تھی جو آئی اور گئی؟ حیرت اس کی ہے کہ جب وہ مٹھی بھر تھے، ایک گھر بھر بھی نہیں تھے تو بحر و بر پر چھائے ہوئے تھے، ہوا کی طرح کوئی جگہ ان سے خالی نہیں تھی، اور جب مور و ملخ کی طرح ہوئے تو ان کا نشان نہیں ملتا۔ سب سے بڑھ کر حیرت اس کی ہے کہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ مسلمان کہلاتے تھے اور یہ بھی کم سے کم مسلمان کہلاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ کیا یہ مجمع جو دنیا میں سب سے زیادہ بے فکر و مطمئن نظر آتا ہے، فکر و تردد اس سے کوسوں دور معلوم ہوتا ہے، جس کو

www.abulhasanalinadwi.org

بظاہر دنیا کے ہر کام سے فراغت ہو چکی ہے یہی حقیقتاً دنیا کی سب سے بڑی گرانبار، ذمہ دار اور مصروف قوم ہے جو روئے زمین سے برائی اور بداخلاقی دور کرنے اور گناہ اور ظلم مٹانے کے لئے، نیکی کی اشاعت، مظلوموں کی حمایت، امن کی حفاظت کے لئے بھیجی گئی ہے، کیا یہ اپنا کام ختم کر چکے؟ کیا دنیا سے برائیاں اور بداخلاقیاں دور ہو چکیں؟ کیا اب کسی پر اور خود اس پر ظلم نہیں ہوتا؟

کیا اسی کے حقیقی بھائیوں کے ساتھ، مراکش، الجزائر، تیونس، طرابلس، بخارا، سمرقند، وغیرہ میں جانوروں سے بدتر سلوک نہیں کیا گیا ہے؟ دشمنوں کو ان کی حالت پر رحم آرہا ہے، اور سوچنے والوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے اور کھانے پینے میں مزا نہیں آتا، کیا ان کو اس کی خبر نہیں یا اثر نہیں؟ دونوں حد درجہ حیرت ناک ہیں۔ (۱)

---

(۱) شمالی افریقہ اور مشرقی ترکستان کے خالص قدیم اسلامی ملک جہاں فرانس اٹلی اور روس کے ہاتھوں مسلمانوں پر اب سے چند سال پہلے وہ ظلم ہوئے جس سے ہر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں واقعات میں سے ایک دو واقعہ پیش کئے جاتے ہیں جن کی یورپین نامہ نگاروں نے روایت کی ہے اور تصدیق کی ہے اور جن میں شک کی گنجائش نہیں، اٹلی نے طرابلس کے ۸۰ ہزار عرب مسلمانوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے بیک وقت ان کے گھروں سے نکال کر ریگستان میں ڈال دیا، جہاں نہ سبزہ نہ پانی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مویشی تو تمام مر گئے اور وہ، ان کے بچے اور عورتیں بھی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے لگیں، جب بہت فریاد کی تو حکومت کے سپاہی آئے اور جتنے لوگ قابل تھے سب فوج میں جبراً بھرتی کر دیئے گئے اور شیر خوار بچے ماؤں سے لے لے کر عیسائی مشن اسکولوں اور تربیت گاہوں میں داخل کر دیئے گئے، سینکڑوں ہزاروں کو ہاتھ باندھ کر سمندر میں ڈال دیا، ان کی بندھی ہوئی لاشیں سمندر کے کناروں پر مدتوں کے بعد ملی ہیں، سرکردہ لوگوں کو ہوائی جہاز پر بٹھا کر اوپر سے پھینک دیا گیا، عورتوں پر گولیاں چلائی گئیں، الجزائر اور مراکش میں مذہبی آزادی بالکل سلب کر لی گئی، فرائض پر بجبر پابندیاں عائد کر دی گئیں، اور بربری مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا گیا، روسی ترکستان میں اللہ کا نام لینے کی سزا قتل تھی، عورتوں کی بے عزتی، مساجد کی بے حرمتی ادنیٰ بات تھی، مقتولوں اور قیدیوں کا کوئی شمار نہیں، فلسطین میں عربوں کی جگہ پر یہودیوں کو بسایا گیا اور عربوں پر زندگی تنگ کر دی گئی۔ (۱۹۴۸ء) میں فلسطین کو تقسیم کر دیا گیا اور زرخیز علاقہ یہودیوں کو دے دیا اور عربوں کی مرضی کے خلاف اسرائیل حکومت قائم کر دی گئی، اس کے بعد عربوں پر کیا گزری یہ ایک تکلیف دہ بیان ہے، یہودیوں نے وحشت و بربریت کا پورا ثبوت دیا اور عربوں کا قتل عام کیا گیا، عرب بھاگ بھاگ کر عرب حکومتوں میں پناہ گزین ہوئے اور آج تک ان کو سکھ نصیب نہ ہوا، اسرائیلی حکومت عربوں کے لئے ایک مستقل خطرہ بنی ہے اور اس کی نگاہیں مرکز اسلام تک جا رہی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کیا جن کے چہروں پر فاتحانہ مسرت، لبوں پر کامرانی کی مسکراہٹ، آنکھوں میں شادمانی کی چمک ہے، دنیا کی وہی سب سے بڑی مصیبت زدہ اور بدبخت قوم ہے جس پر روز بروز زمین تنگ ہوتی جارہی ہے، اور جس کے وہ ملک ہاتھ سے نکل گئے جو دل کے ٹکڑوں اور اولاد سے بڑھ کر تھے(۱) جن کے ایک ایک بالشت کی قیمت مسلمانوں نے خالدؓ اور عبیدہؓ، سعدؓ و معاذؓ، طارقؒ و محمد بن قاسمؒ، نورالدینؒ و صلاح الدینؒ کی جان اور خون سے ادا کی تھی۔ جن میں کا ہر ایک اِس وقت کے کل مسلمانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ کاش کہ ان میں کا ایک ہی ہوتا، اور اِن میں کا ایک بھی نہ ہوتا!

کیا یہ وہی قوم ہے جن کی عزتیں، جن کی آبرو، جن کے نبی کا ناموس اور جن کے شعائرِ دینی کسی وقت محفوظ نہیں؟

اور جن کی زندگی اور موت جن کے قلب اور دماغ اور جن کی اولاد بھی دوسروں کے ہاتھوں میں رہ چکی ہو یا ہو۔

کیا یہ وجیہ چہرے، یہ شاندار و باوقار صورتیں، یہ بارعب جسم وہی ہیں جو تجربہ کار دشمن و دوست کی نظر میں حقیر، بے وقار و بے رعب ہیں؟

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ط وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ط يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ط (المنافقون:۴)

"اور جب تم ان کو دیکھو گے، ان کے جسم بڑے بھلے معلوم ہوں گے اور جب یہ کچھ کہنے لگیں گے تو تم کان لگا کر سننے لگو گے (لیکن ان کی

---

(۱) دوسری جنگ عظیم کے بعد عرب ملک رفتہ رفتہ استعماری پنجوں سے آزاد ہوتے جارہے ہیں اور وہ خود آزادی کی سانسیں لے رہے ہیں، اور مسرت کی بات ہے کہ استعماری طاقت کی گرفت روز بروز ڈھیلی ہوتی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت کیا ہے) گویا کہ یہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھتے ہیں۔"

اور یہ کیا جو کاندھے سے کاندھا ملائے، پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں، یہاں اور یہاں سے باہر عدالتوں میں اور عدالتوں سے باہر دشمنوں کی طرح لڑ چکے ہیں اور لڑتے رہتے ہیں، یہ کاندھے سے کاندھا پہلو سے پہلو ملائے ہیں، لیکن ان کے دل بالکل الگ الگ ہیں۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى

"تم ان کو اکٹھا سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دل علیحدہ ہیں۔"

کیا وہ قوم قیامت تک بھی کبھی مسرور و مطمئن ہو سکتی ہے جس کی تاریخ میں ایک مرتبہ بھی اسپین کا واقعہ ہو چکا ہو اور جس کے بعض دوسرے ممالک بھی اسپین بن چکے ہیں؟

کیا وہ قوم اطمینان کی سانس لے سکتی ہے جو اپنے نبی کی وصیت أخرجوا اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب (یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو) پوری نہ کر سکتی ہو؟

کیا وہ قوم جس کے اوقاف و املاک، مساجد اور مآثر و مشاہد، خانقاہوں اور دوسری دینی اور قومی یادگاروں پر دوسروں کا قبضہ ہو، اپنے کو کچھ بااختیار سمجھ سکتی ہے؟

حسرت

جتنا علم ہوتا جا رہا ہے اتنے ہی آنکھوں سے پردے اٹھتے جاتے ہیں اور دل کی حالت بدلتی جاتی ہے۔ اکثر اطمینان کے بجائے حیرت اور مسرت کے بجائے حسرت ہوتی ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً

www.abulhasanalinadwi.org

''اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے''

آپ جب دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیف پیر مرد کے جوان جوان توانا و تندرست بیٹے اور پوتے ہیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑھاپے میں اس کا سہارا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ان کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہوگا کہ جو باغ میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا وہ میری زندگی میں پھل پھول رہا ہے، ایسے اقبال مند تھوڑے ہوتے ہیں، اس کی مٹی ٹھکانے لگے گی، مگر وہ پیر مرد، ان کو دیکھتا ہے تو دل پکڑ کر رہ جاتا ہے کہ ان میں سے ایک بھی مرتے ہوئے میرے حلق میں پانی ٹپکانے کا روادار نہیں، وہ کہتا ہے کہ کاش کہ یہ نہ ہوتے تو یہ حسرت نہ ہوتی کہ ہو کر کے بھی میرے نہیں۔

یہی حالت اس وقت ہماری ہے، اسلام جب اپنی اولاد پر نظر ڈالتا ہے تو کہتا ہے۔ ''بہت ہیں اگر کام کے ہوتے تو ان سے بہت کم بھی کافی تھے، یہ سب میرے ہی نام سے پکارے جاتے ہیں اور میرے ہی کہلاتے ہیں لیکن ان میں سے میرے کام کے تھوڑے ہیں۔'' خدا کا شکر ہے کہ آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، عیب چھپے ہوئے ہیں، اگر پردہ اٹھ جائے تو آنکھیں دیکھیں کہ کمزوریوں کا، نقائص کا عیوب کا، اور نگاہوں کا بازار اور میلہ لگا ہوا ہے اور ان زرق برق لباسوں میں بہت سے جانور اور درندے ہیں۔

لیکن اگر ہماری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے تو عالم الغیب تو دیکھ رہا ہے، وہ صورتیں نہیں دیکھتا، نام نہیں پوچھتا، وہ دل اور عمل دیکھتا ہے، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ، (اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے) وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ انسان نہیں انسانوں کا کوڑا کرکٹ ہیں جن میں دانے اور کام کے موتی بہت تھوڑے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم پر قومیں اس طرح اکٹھا ہو جائیں گی

www.abulhasanalinadwi.org

جس طرح کھانے والے لگن پر۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ ہماری تعداد کی کمی کی وجہ سے؟ فرمایا نہیں۔ تم بہت ہو گے لیکن تمہارا رعب ان کے دلوں سے اُٹھ جائے گا، تم سیلاب کے کوڑے کرکٹ کی طرح ہو جاؤ گے۔

یہ تو اللہ دیکھتا ہے، لیکن ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

(۱) ان میں سے بیسیوں وہ لوگ ہیں جو کلمہ کے معنی نہیں جانتے اور شرک و توحید و رسالت کے متعلق سرے سے ان کا کوئی عقیدہ ہی نہیں، ایسے بھی ہیں جن کو کلمہ بھی یاد نہیں، ایسے کثرت سے ہیں جن کے دل میں توحید پوری طرح سے نہیں اتری، نہ شرک سے ان کو کوئی نفرت ہے، ایسے بھی کچھ کم نہیں کہ قرآن مجید کے مطابق صریح شرک و بت پرستی میں مبتلا ہیں۔

(۲) ایسے سینکڑوں ہیں جو اسلام کو بالکل نہیں سمجھتے، نہ کبھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو اسلام یا اسلامی نام، گھر کے سامان اور روایات کے ساتھ باپ دادا کے ترکہ میں ملا ہے، اس کے متعلق ان کو اور کوئی علم نہیں، وہ نہیں جانتے اللہ ان سے کیا چاہتا ہے؟ اسلام کے کیا حقوق اور شرائط ہیں؟ اسلام نے ان کی زندگی میں کوئی درستی یا فرق کیا یا نہیں؟

(۳) ایسے بہت ہیں جن کی زندگی اور موت کسی طرح اسلامی نہیں، اور ان کے رسم و رواج، شادی غمی، تمدن و معاشرت، وضع قطع، نشست و برخاست، معاملات و تعلقات کسی سے بھی کوئی ان کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا۔

(۴) ایسے اکثر ہیں جو کسی معنی میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے مفید نہیں اور ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

(۵) ایسے بہت ہیں کہ ان سے اسلام کے نام اور اس کی شہرت و عزت و کامیابی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان کو دیکھ کر اور ان کے ساتھ رہ کر لوگ اسلام سے بد

www.abulhasanalinadwi.org

عقیدہ اور کبھی مرتد ہو جاتے ہیں۔

(۶) بہت سے ایسے ہیں جن کو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اسلامی شعائر اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کے لئے مفت اور بہت تھوڑی قیمت پر ہر وقت استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۷) ایسے بہت زیادہ ہیں جن کو اسلام کے ساتھ کوئی دلچسپی اور مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں، ان کو ان کی مشکلات وضروریات کا کوئی علم نہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ مسلمان کہاں کہاں بستے ہیں اور وہ ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟

(۸) ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں، مسلمان کہلانے سے شرماتے ہیں، اور مذہب پر ہنستے ہیں۔

(۹) ایسے بہت سے ہیں جو اپنی اور مسلمانوں کی حالت پر قانع ہیں انہیں اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور ترقی کے دیکھنے کا کہیں کوئی شوق اور ارمان نہیں ہوتا اور نہ ذلت سے کوئی تکلیف ہوتی ہے، ان کو یہ چیز کوئی غیر معمولی نہیں معلوم ہوتی۔ بہت سے ایسے ہیں کہ خود اپنی نگاہ میں ان کی کوئی عزت نہیں، وہ اپنی قیمت نہیں جانتے، اپنی تاریخ، اپنے ماضی، اپنے اسلاف اور بزرگوں سے ناواقف ہیں وہ کسی وقت ان پر فخر اور اپنے اسلام پر شکر نہیں کرتے اور ان کو ان کی پیروی کا شوق ہے۔ اور نہ کھوئی چیزوں کا افسوس، ان کے سامنے اسلام کا کوئی اصلی نمونہ اور اس کا کوئی بلند تخیل نہیں اس لئے وہ سست، دل شکستہ اور مایوس ہیں۔

(۱۰) اکثر ایسے ہیں جو محض دیکھا دیکھی اور رسمی مسلمان ہیں، اس لئے نہ ان کو اسلام کا علم ہے نہ اس پر فخر وشکر ہے، نہ اس میں ان کو کوئی لطف ہے اور نہ ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے اخلاق واعمال پر اس کا نور و برکت واثر ہے۔

بتایئے کہ ایسے مجمع کو دیکھ کر کیا خوشی ہو، حقیقت میں آج کل جہاں مسلمان جمع ہو جائیں وہاں عقائد و مذہب کا عجائب، خانہ دینی اور روحانی امراض کا بیمار خانہ، عیوب کا بازار لگ جاتا ہے۔ مگر ع

یہ رونے کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

عبرت

اب مسرت و حیرت و حسرت کے بعد عبرت ہی کا درجہ ہے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس درجہ کو بھی طے کرلیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

آیئے ہم اپنا مقابلہ اسلام کے پہلے نمونوں سے کریں!

(۱) صحابہؓ گنتی کے تھے، اور تمام دنیا پر بھاری تھے۔

(۱) ہم لاتعداد ہیں اور زمین پر بھاری ہو رہے ہیں۔

(۲) صحابہؓ بادشاہوں پر سلطنت کرتے تھے۔

(۲) ہمیں غلاموں اور غلاموں کے غلاموں کی غلامی بھی ہزار دقت سے نصیب ہوتی ہے۔

(۳) صحابہؓ کچھ نہ تھے اور سب کچھ ہو گئے۔

(۳) ہم سب کچھ تھے اور کچھ نہ رہے۔

(۴) صحابہؓ کی دنیا عزت اور اطمینان سے بسر ہوتی تھی، اور آخرت اس سے کہیں بہتر۔

(۴) ہماری زندگی سخت ذلت فکر و پریشانی سے گزرتی ہے اور آخرت کی بھی بظاہر امید اچھی نہیں۔

اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ یہ کس چیز کی نحوست اور وہ کس چیز کی برکت تھی؟ صحابہؓ کے پاس کون سا کیمیا کا نسخہ تھا؟ کیا کرامت تھی ان کی زندگی میں؟ بیٹھے بیٹھے کیا انقلاب ہوا جس نے دنیا میں انقلاب کر دیا؟ ان کی پوری زندگی کا بغور مطالعہ کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی قابل ذکر غیر معمولی واقعہ نہیں ہوا کہ انھوں نے اپنی پوری زندگی و موت، عقل و رائے، دل و دماغ، مرضی و اختیار اور اپنی پوری مشین کی کنجی ایک ایسے انسان کے سپرد کر دی تھی جو معصوم تھا، خود دنیا کا سب سے بڑا حکیم تھا اور جو خدا کے مشورہ و حکم سے کام کرتا تھا، جس سے غلطی ہونی ممکن نہیں، اسی کی وحی سے بات کرتا تھا۔ اسی کی روشنی میں چلتا تھا، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی، رسول اپنی خواہشات سے بات نہیں کرتا اس کی گفتگو محض وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے، وہی ان کو اٹھاتا تھا، بٹھاتا تھا، چلاتا تھا، پھراتا تھا، جدا کرتا تھا، ملاتا تھا۔

بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

پھر دنیا میں کون سی قوت کون سی عقل تھی جو ان کا مقابلہ کرتی؟ وہ خدا کی تقدیر اور قضاء مبرم بن گئے تھے، جو ٹل نہیں سکتی تھی۔ وہ خود کیا کر رہے تھے اللہ اور اس کا رسول کر رہا تھا۔

جس وقت اس نادان کمسن بچے (امت) نے اس اتالیق اعظمؐ، اس مربی اکبر اس دانا جہاندیدہؐ کی انگلی چھوڑ دی، وہ پیچدار گلیوں میں، بھیڑ میں پڑ گیا(۱) وہ جتنا چلتا ہے، اپنے گھر سے دور ہوتا جاتا ہے (۲) چلاّتا ہے اور روتا ہے، مگر کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑتا (۳) وہ بھوکا ہے اور پیاسا ہے، مگر کسی کو اس پر ترس نہیں آتا۔ (۴)

---

(۱) مذہب و عقائد کے جنگل اور بھول بھلیاں مراد ہیں۔

(۲) مسلمانوں نے شریعت کا راستہ چھوڑ کر منزل مقصود کو جب پہنچنا چاہا دور ہوتے گئے۔

(۳) مسلمانوں کے سیاسی و اقتصادی مصائب جن میں ان کا کوئی دستگیر نہیں۔

(۴) اس بے راہ روی میں فقر و افلاس اور مالی مشکلات و اقتصادی ضروریات ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ اتالیق اب بھی ان تمام لوگوں سے اس بچے سے زیادہ قریب ہے لہذا زیادہ شفیق ہے، جن کی صورت یہ تکتا ہے مگر وہ منھ پھیر لیتے ہیں، جن کا ہاتھ یہ پکڑنا چاہتا ہے مگر وہ چھڑا لیتے ہیں، لیکن وہ بچہ اس (۱) کی طرف کسی طرح متوجہ نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ ہم میں اور ان میں جو فرق ہے وہ اتباع کا ہے وہ نسخہ کیمیا (قرآن) اب بھی موجود ہے، استعمال کرنے کی دیر ہے، نسخہ استعمال کرنے والا اور پڑھنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید پڑھو یا پڑھوا کر سنو، فرائض واحکام کی فہرست دیکھو جو کمی ہو پوری کرو، اپنی اپنی اصلاح کرو، کہ قوم کی اصلاح اسی طرح ہوگی۔

---

(۱) اتالیق اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

www.abulhasanalinadwi.org

صورت اور حقیقت

۱۰

آپ تاریخ اسلام میں مسلمانوں
کی ناکامی کی تلخ داستانیں پڑھتے ہیں، یہ
حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں یہ سب
صورت کی شکست وہزیمت کے واقعات ہیں، صورت
نے ہمیں ہر معرکہ میں رسواوذلیل کیا ہے لیکن خطا ہماری
تھی، ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا
چاہا، وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکی، خود بھی گری
اور عمارت کو بھی زمین پر لے آئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

صورت اور حقیقت

صورت اور حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے

ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق بھی ہوتا ہے، آپ روزمرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں، میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں، آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے جو بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں، لیکن صورت و حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اصل آم کوئی اور چیز ہے اور مٹی کا نقلی آم کوئی اور چیز، مٹی کے آم میں نہ اصلی آم کا ذائقہ ہے، نہ خوشبو، نہ رس، نہ نرمی، نہ اس کی خاصیتیں، صرف آم کی شکل ہے اور اس کا رنگ و روغن، اس لئے اس کو آم کہیں گے مگر مٹی کا آم، یہ مٹی کا آم دیکھنے بھر کا ہے نہ کھانے کا نہ سونگھنے کا نہ ذائقہ نہ خوشبو۔

آپ مردہ عجائب خانہ میں گئے ہوں گے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب درندے اور سب جانور موجود ہیں، شیر بھی ہے اور ہاتھی بھی، تیندوا بھی اور چیتا بھی مگر بے حقیقت، بھس بھری ہوئی کھالیں، جن میں نہ کوئی جان ہے نہ طاقت، شیر ہے مگر نہ اس کی آواز ہے نہ غصہ، نہ طاقت ہے نہ ہیبت۔

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت کے مقابلہ میں صورت کی شکست

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صورت کبھی حقیقت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، صورت سے حقیقت کے خواص کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے، صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، صورت کبھی حقیقت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی۔ جب صورت کسی حقیقت کے مقابلہ میں آئے گی، اس کو شکست کھانا پڑے گی، جب صورت پر کسی حقیقت کا بوجھ ڈالا جائے گا، صورت کی پوری عمارت زمین پر آرہے گی۔

صورت اور حقیقت کا یہ فرق ہر جگہ نمایاں ہوگا، ہر جگہ صورت کو حقیقت کے سامنے پسپا ہونا پڑے گا، یہاں تک کہ عظیم سے عظیم اور مہیب سے مہیب صورت اگر حقیر سے حقیر حقیقت کے مقابلہ میں آئے گی تو اس کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اس لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی حقیقت ہر بڑی سے بڑی صورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقت رکھتی ہے حقیقت ایک طاقت ہے ایک ٹھوس وجود ہے۔ صورت ایک خیال ہے، دیکھئے ایک چھوٹا سا بچہ اپنے کمزور ہاتھ کے اشارہ سے ایک بھس بھرے مردہ شیر کو دھکا دے سکتا ہے، اس کو زمین پر گرا سکتا ہے، اس لئے کہ بچہ خواہ کتنا ہی کمزور سہی ایک حقیقت رکھتا ہے، شیر اس وقت صرف صورت ہی صورت ہے، بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر آسانی سے غالب آجاتی ہے۔

نفس کا دھوکا

یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک حقیقت رکھی ہے، مال کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی محبت طبعی اور اس کی خواہش فطری ہے اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس کے متعلق احکام کیوں ہوتے؟ اس میں کشش کیوں ہوتی؟ اولاد ایک حقیقت ہے اس سے طبعی محبت اور فطری تعلق ہوتا ہے، اگر اولاد ایک حقیقت نہ ہوتی تو شریعت

www.abulhasanalinadwi.org

میں اس کی پرورش ونگہداشت کے احکام وفضائل کیوں ہوتے؟ اسی طرح طبعی ضروریات اور خواہشات کی بھی ایک حقیقت ہے ان حقیقتوں پر ایک بالاتر، قوی تر حقیقت ہی غالب آسکتی ہے، کوئی صورت غالب نہیں آسکتی۔ یہ حقائق کتنے باطل آمیز سہی ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے اسلام وایمان کی حقیقت درکار ہے، اسلام کی صورت کتنی ہی مقدس سہی ان پر فتح حاصل نہیں کرسکتی، اس لئے کہ ادھر حقیقتیں ہیں ادھر صرف صورت۔ آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ صورت اسلام ادنیٰ ادنیٰ حقائق پر غالب نہیں آرہی ہے، اس لئے کہ صورت میں دراصل کچھ بھی طاقت نہیں، ہماری صورت اسلام، صورت کلمہ، صورت نماز ہم سے ادنیٰ ترغیبات چھڑانے سے قاصر ہے، ادنیٰ عادات پر غالب آنے سے عاجز ہے، ہم کو موسم کی ادنیٰ سختی اور حقیر ترین خواہش کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا نہیں کرتی۔ آپ کا یہ کلمہ جو کبھی گردن کٹوادینے کی طاقت رکھتا تھا۔ جو مال اور اولاد کو اللہ کی راہ میں بے تکلف قربان کرادینے کی قوت رکھتا تھا، جو وطن چھڑادینے اور تختہ دار پر چڑھادینے کی قوت رکھتا تھا، آج وہ ان سردیوں میں صبح کی نماز کے لئے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، جو کلمہ زندگی بھر کی منہ لگی شراب کو شریعت کے حکم پر ہمیشہ کے لئے چھڑا سکتا تھا، آج اگر ضرورت پڑجائے تو آپ کی ادنیٰ مرغوب چیز یا معمولی عادت بھی نہیں چھڑا سکتا، اس لئے کہ وہ کلمہ کی حقیقت تھی جس کے کارنامے آپ تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں، یہ کلمہ کی صورت ہے جس کی بے اثری آپ دن رات دیکھتے ہیں۔ ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تاریخ کو اپنے اوپر اوڑھنا چاہتے ہیں، اس کو اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے ہیں، وہ جب منطبق نہیں ہوتی، جب وہ لباس ہمارے اوپر راست نہیں آتا، جب جگہ جگہ جھول پڑجاتے ہیں تو ہم شکایت کرتے ہیں، تعجب کرتے ہیں کہ کلمہ وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، نماز وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، پھر کیوں اسی طرح کے واقعات ظہور میں نہیں آتے۔ کیوں اسی طرح کے نتائج وثمرات

www.abulhasanalinadwi.org

برآمد نہیں ہوتے؟ دوستو اور بزرگو! اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو، وہاں کلمہ کی حقیقت تھی ایمان کی حقیقت تھی، یہاں کلمہ کی صورت ہے، ایمان کی صورت ہے، نماز کی صورت ہے۔ جس طرح املی کے بیج سے آم کے پھل کی توقع فضول ہے اسی طرح صورت سے حقیقت کے خواص کی امید بے کار ہے اور فریب نفس۔

حقیقت اسلام

حضرت خبیبؓ کا واقعہ آپ نے سنا ہے، پھانسی کے تختہ پر ان کو چڑھایا گیا، چاروں طرف سے نیزوں کی نوکوں نے ان کو چبھنا شروع کیا، برچھیوں نے ان کے جسم کو چھلنی کر دیا، وہ صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، عین اس حالت میں ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟ وہ تڑپ کر جواب دیتے ہیں کہ "میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ مجھے چھوڑ دیا جائے اور حضور کے تلوہ میں کوئی کانٹا بھی چبھے" حضرات! کیا یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تختہ دار پر ثابت قدم رکھا اور ان کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے؟ نہیں وہ اسلام کی حقیقت تھی جو ان کے ہر زخم پر مرہم رکھتی تھی، جو ہر نیزے کی چبھن پر ان کے سامنے جنت کا نقشہ لاتی تھی اور انہیں دکھاتی تھی کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا صلہ ہے۔ بس چند لمحوں کا معاملہ ہے، یہ جنت تمہاری منتظر ہے، یہ خدا کی رحمت تمہاری منتظر ہے، اگر تم نے اس فانی جسم کی اس فانی تکلیف کو گوارا کر لیا تو غیر فانی زندگی کی غیر فانی راحت تمہارا حصہ ہے۔ یہ عشق ومحبت کی حقیقت تھی۔ جب ان سے کہا گیا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ تمہاری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟ تو حضور کی صورت حقیقت بن کر ان کے سامنے آ گئی اور ان کو گوارا نہیں ہوا کہ اس جسم اقدس کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف ہو۔

یہ چند پاک اور بلند حقائق تھے جو درد وتکلیف کی حقیقت پر غالب آئے۔ صورت اسلام میں اس حقیقی درد وتکلیف کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ پہلے تھی، نہ اب

www.abulhasanalinadwi.org

ہے۔ صورت اسلام تو تکلیف کے تصورات اور خیالات کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہم کو اور آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ فسادات کے موقع پر خیالی خطرات کی بنا پر لوگوں نے صورت اسلام بدل دی، مسلمانوں نے سروں پر چوٹیاں رکھیں اور غیر اسلامی شعار اختیار کیے، اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس صرف صورت اسلام تھی جو اس میدان میں ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت صہیبؓ رومی ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کو راستہ میں روکا اور کہا کہ صہیبؓ تم جاسکتے ہو مگر یہ مال نہیں لے جاسکتے جو تم نے ہمارے شہر میں پیدا کیا ہے، اب حقیقت اسلام کا حقیقت مال سے مقابلہ تھا، حقیقت اسلام اپنی مقابل حقیقت پر غالب آئی، صورت اسلام ہوتی تو وہ حقیقت مال کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابوسلمہؓ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار ان کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے۔ انھوں نے کہا کہ تم جاسکتے ہو مگر ہماری لڑکی ام سلمہ کو نہیں لے جاسکتے، اب حقیقت اسلام کا ایک حقیقت سے مقابلہ تھا، وہ حقیقت کیا تھی؟ بیوی کی محبت، جو ایک حقیقت تھی، لیکن اسلام کی حقیقت مومن کے دل میں ہر حقیقت سے زیادہ طاقتور اور گہری ہوتی ہے، انھوں نے بیوی کو اللہ کے حوالہ کیا اور تن تنہا چل دیئے۔ صورت اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ آدمی بیوی کو چھوڑ دے؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں نے بیوی اور بچوں کے لئے کفر تک اختیار کرلیا اور صورت اسلام کی ذرا پرواہ نہیں کی ہے۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے باغ میں ایک چھوٹی سی چڑیا آگئی اور اس کو پھر جانے کا راستہ نہ ملا، حضرت ابوطلحہؓ کی توجہ بٹ گئی، نماز کے بعد انھوں نے پورا باغ صدقہ کردیا۔ اس لئے کہ حقیقت نماز اس شرکت کو گوارا نہیں کرسکتی تھی باغ کی بھی ایک حقیقت ہے، اس کی سرسبزی، اس کی فصل، اس کی قیمت ایک

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت ہے، اس حقیقت کا مقابلہ صورت نماز نہیں کر سکتی تھی، اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت حقیقت صلوۃ ہی میں ہے، آج ہماری آپ کی نماز ادنیٰ ادنیٰ حقیقتوں کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتی کہ وہ حقیقت سے خالی اور ایک صورت ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ یرموک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے، اور کئی لاکھ رومی، ایک عیسائی (جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا) کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ رومیوں کی تعداد کا کچھ ٹھکانا ہے؟ حضرت خالدؓ نے کہا خاموش! خدا کی قسم اگر میرے گھوڑے اشقر کے سُم درست ہوتے تو میں رومیوں کو پیغام بھیجتا کہ اتنی ہی تعداد اور میدان میں لے آئیں۔

حضرات! حضرت خالدؓ کو یہ اطمینان و اعتماد کیوں تھا اور وہ رومیوں کی تعداد کو بے حقیقت کیوں سمجھتے تھے؟ اس لئے کہ وہ حقیقت اسلام رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے مقابل صرف رومیوں کی صورتیں ہیں، جو ہر طرح کی حقیقت سے خالی ہیں، یہ لاکھوں صورتیں اسلام کی حقیقت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔

ہم یقیناً کلمہ پڑھتے ہیں، ہم میں سے بہت سے لوگ کلمہ کے معنی سے بھی واقف ہیں، لیکن حقیقت کلمہ اور چیز ہے، وہ ان الفاظ اور معنی سے بہت بلند ہے۔ کلمہ کی یہ حقیقت صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی، جب وہ کہتے تھے "لا الہ الا اللہ" تو واقعۃً سمجھتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم و بادشاہ نہیں، اللہ کے سوا کوئی محبت و خوف کے لائق نہیں، اللہ کے سوا کوئی امید و توقع کے قابل نہیں، اللہ کے سوا کسی کی ہستی کوئی ہستی نہیں۔ کیا یہ سب حقیقتیں ہم سب کے دل میں اتری ہوئی ہیں؟ ہمارے دماغ کے اندر بسی ہوئی ہیں؟ ہماری زندگی کے اندر جڑ پکڑے ہوئے ہیں؟ اگر ہم ان حقیقتوں سے واقف بھی ہوتے تو "لا الہ الا اللہ" کہتے ہوئے ہمیں احساس ہوتا کہ ہم کتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں۔ جس کو اس حقیقت کا ذرا بھی احساس ہے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ وہ کتنا

www.abulhasanalinadwi.org

بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لاالہ را

ہم سب جانتے ہیں کہ آخرت برحق ہے۔ جنت دوزخ برحق ہیں۔ مرنے کے بعد یقیناً زندہ ہونا ہے لیکن کیا سب کو ایمان کی وہ حقیقت حاصل ہے جو صحابہ کو حاصل تھی؟ اس حقیقت کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابی کھجور کھاتے کھاتے پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے اور فوراً بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی اور وہ حقیقت اس کے سامنے تھی، اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ یرموک کے میدان میں ایک صحابی ابوعبیدہؓ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے؟ وہ کہتے ہیں، ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمارا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ نے ہم سے جو وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہو رہے ہیں۔ یہ ہے یقین کی حقیقت، اس حقیقت پر کون سی قوت غالب آسکتی ہے، اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کون سی جماعت غالب آسکتی ہے؟

صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں

امت میں جو سب سے بڑا انقلاب ہوا وہ یہ کہ اس کی ایک بڑی تعداد اور شاید سب سے بڑی تعداد میں صورت نے حقیقت کی جگہ لے لی، یہ آج کی بات نہیں، یہ صدیوں کی پرانی حقیقت ہے، صدیوں سے صورت نے حقیقت کی جگہ حاصل کر رکھی ہے، عرصہ تک دیکھنے والوں کو صورت پر حقیقت کا دھوکا ہوتا رہا اور وہ حقیقت کے ڈر سے اس صورت کے قریب آنے سے بچتے رہے لیکن جب کسی نے ہمت کر کے اس صورت

www.abulhasanalinadwi.org

کو چھوا تو معلوم ہوا کہ اندر سے پول ہے اور حقیقت غائب ہو چکی ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کبھی کبھی کاشتکار کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر، اس پر کوئی کپڑا ڈال دیتا ہے جس کو دیکھ کر پرندوں اور جانوروں کو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی رکھوالی کر رہا ہے لیکن اگر کبھی کوئی سیانا کوایا ہوشیار جانور ہمت کر کے کھیت میں جا پڑے تو ظاہر ہے کہ وہ بے جان شبیہ کچھ نہیں کر سکتی، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانور اس کھیت کو روند ڈالتے ہیں اور پرندے اس کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، ان کی صورت حقیقت بن کر برسوں ان کی حفاظت کرتی رہی، قومیں ان کے قریب آنے سے ڈرتی تھیں، حقیقت اسلام کے واقعات ان کے ذہن میں تازہ تھے اور کسی کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، لیکن کب تک؟ جب تاتاریوں نے بغداد پر چڑھائی کی، جس پر حملہ کرنے سے وہ برسوں احتیاط کرتے رہے، تو اس صورت کی حقیقت کھل گئی اور مسلمانوں کا بھرم جاتا رہا، اس وقت سے صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اب صرف حقیقت اسلام ہی اس امت کی حفاظت کر سکتی ہے۔

ہماری خطا

آپ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی ناکامی کی تلخ داستانیں پڑھتے ہیں، یہ حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں، یہ سب صورت کی شکست و ہزیمت کے واقعات ہیں، صورت نے ہم کو ہر معرکہ میں رسوا و ذلیل کیا ہے لیکن خطا ہماری تھی، ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا چاہا وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکی، خود بھی گری اور عمارت کو بھی زمین پر لے آئی۔

حقیقت اسلام مدتوں سے میدان میں آئی ہی نہیں

عرصہ دراز سے صورت اسلام معرکہ آرا ہے اور شکست پر شکست کھا رہی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور حقیقت اسلام مفت میں بدنام اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہی ہے، دنیا سمجھ رہی ہے کہ ہم اسلام کو شکست دے رہے ہیں، اس کو خبر نہیں کہ حقیقت اسلام تو مدت سے میدان میں آئی ہی نہیں، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی صرف صورت ہے نہ کہ اسلام کی حقیقت۔

یورپ کی قوموں کے مقابلہ میں ترکی میدان میں آیا، لیکن اسلام کی ایک نڈھال صورت لے کر، یہ نحیف ونزار صورت مقابلہ میں ٹھہر نہ سکی، فلسطین میں تمام عرب قومیں اور سلطنتیں مل کر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں، لیکن حقیقت اسلام، شوق شہادت، جذبہ جہاد اور ایمانی کیفیات سے اکثر عاری، عربی قومیت کے نشہ میں سرشار، صرف اسلام کے نام ونسبت سے آراستہ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت وتنظیم واسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی اس لئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے اگرچہ سرتاپا مادی، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے، اگرچہ مقدس، لیکن صورت صورت ہے اور حقیقت حقیقت ہے۔

رحمت ونصرت، تائید واعانت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک درجہ رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں مدتوں اسلام کی حقیقت بسی ہوئی رہی ہے اور یہ اسلام کی حقیقت کا قالب ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے اس لئے کہ اس کے محبوبوں کی پسندیدہ صورت ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے اس لئے کہ اس صورت سے حقیقت اسلام کی طرف منتقل ہونا نسبتاً آسان ہے، جہاں صورت بھی نہیں وہاں حقیقت پر پہنچنا بہت مشکل ہے۔ لیکن دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کے وعدے دنیا میں اور مغفرت ونجات اور ترقی درجات کے وعدے آخرت میں سب حقیقت سے متعلق ہیں نہ کہ صورت سے۔ حدیث میں ہے:

www.abulhasanalinadwi.org

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُم وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ" (مسلم)

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔"

جو لوگ صرف صورت کے حامل تھے اور حقیقت سے یکسر خالی تھے ان کو وہ ان لکڑیوں سے تشبیہ دیتا ہے جو کسی سہارے رکھی ہوئی ہیں وہ فرماتا ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ط وَإِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ط يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ط (المنافقون:۴)

"اگر تم ان کو دیکھو تو تم کو ان کے جسم بڑے بھلے معلوم ہوں گے، وہ بات کریں گے تو تم کان لگا کر سنو گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ لکڑیاں ہیں، جو سہارے سے رکھی ہوئی ہیں، ہر آواز کو وہ اپنے خلاف ہی سمجھتے ہیں۔"

دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ

دنیا میں بھی فتح ونصرت وتائید واعانت کے وعدے حقیقت ایمان ہی کے ساتھ مشروط ہیں صاف فرماتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

"سست وغمگین نہ ہو، تم ہی سربلند ہو اگر تم (حقیقۃً) صاحب ایمان ہو"

ظاہر ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں ہی کو ہے لیکن پھر بھی شرط لگائی ہے کہ اگر تم میں حقیقت ایمان پائی جاتی ہے تو پھر تمہاری سربلندی میں شک نہیں۔

دوسری آیت میں بھی صفت ایمان ہی پر اپنی مدد کا وعدہ فرمایا:

www.abulhasanalinadwi.org

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ (المومن:۵۱)

"ہم ضرور ضرور اپنے پیغمبروں کی مدد کریں گے اور ان لوگوں کی جو صفت ایمان سے متصف ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی جب اللہ کے گواہ کھڑے ہوں گے۔"

اسی حقیقت ایمانی پر خلافت ارضی، دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط (النور:۵۵)

"ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے عمل صالح ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت سے سرفراز کرے گا جیسے ان لوگوں کو سرفراز کیا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے اقتدار عطا فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا"

لیکن باوجود اس کے کہ یہ سارے وعدے ایمان وعمل صالح کی بنیاد پر تھے پھر یہ شرط فرمائی کہ یہ ضروری ہے کہ ان میں اسلام کی حقیقت (توحید کامل) پائی جائے۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (سورہ النور)

"(اس شرط سے) کہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔"

امت کی سب سے بڑی خدمت

پس اس وقت سب سے بڑا کام اور امت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ اس کے عموم اور سواد اعظم کو صورت سے حقیقت کی طرف سفر کرنے کی دعوت دی جائے صورت اسلام میں روح اسلام اور حقیقت اسلام پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اس وقت امت کی سب سے بڑی احتیاج یہی ہے، اسی سے اس کے سب حالات اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے حالات بدلیں گے، دنیا کے حالات اس امت کے حالات کے اور اس امت کے حالات اس حقیقت کے تابع ہیں، یہ امت حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں زمین کا نمک ہے، دیگ کا مزا نمک کے تابع ہے اور نمک کا مزا اس کی نمکینی پر موقوف ہے، اگر نمک کی نمکینی ختم ہو جائے تو وہ نمک کس کام کا؟ اور پھر کھانے کو خوش ذائقہ بنانے والی چیز کہاں سے آئے گی؟ آج ساری زندگی بے کیف اور بے روح ہے اس لئے کہ اس امت کی بڑی تعداد حقیقت سے عاری اور روح سے خالی ہے۔ پھر زندگی میں روح اور حقیقت کہاں سے آئے گی؟

دوسری قوموں کی زندگی کی جڑیں خشک ہو چکی ہیں

دنیا کی اور قومیں بھی ہیں جو ہزاروں برس سے اپنے مذہب کی حقیقت اور روح سے خالی ہو چکی ہیں اور ان میں صرف چند بے روح رسمیں اور چند بے حقیقت صورتیں رہ گئی ہیں، لیکن ان قوموں کی دینی و روحانی زندگی ختم ہو چکی ہے، ان کی زندگی کے سوتے خشک ہو چکے ہیں، آج دنیا کی کوئی طاقت، کوئی شخصیت، کوئی اصلاح ان میں دینی زندگی اور حقیقی روح پیدا نہیں کر سکتی، ایک نئی قوم کا بن جانا ان قوموں کی دوبارہ زندگی سے آسان ہے، جن لوگوں نے ان قوموں میں از سر نو دینی زندگی اور اخلاقی روح پیدا کرنے کی انتہائی جدوجہد کی، وہ زمانہ حال کے وسائل اور سہولتوں کے باوجود سخت ناکام رہے، اس لئے کہ درحقیقت ان میں ایمان و یقین اور دینی روح پیدا کرنے کا سرچشمہ عرصہ ہوا خشک ہو چکا ہے، زندگی کا سرا اور سررشتہ کٹ چکا ہے، جب کسی درخت کی جڑ خشک ہو چکی ہو اور اس کی رگیں زمین چھوڑ چکی ہوں تو اس کی پتیوں

www.abulhasanalinadwi.org

کو پانی دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کے لئے حقیقت کی طرف ترقی کرنے کی ضرورت

لیکن اس امت کی زندگی کا سرچشمہ موجود ہے۔ اس امت کی زندگی کا سرا موجود ہے اور یہ امت اس سے وابستہ ہے، وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، آخرت اور حساب کتاب کا یقین "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار۔ اس امت کا اس گئی گزری حالت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جو تعلق ہے وہ دوسری قوموں کے خواص کو بھی نصیب نہیں۔ اس انحطاط کے زمانہ میں بھی جتنی حقیقت اس میں پائی جاتی ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے۔ اس کی کتاب آسمانی (قرآن مجید) محفوظ ہے اور اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے پیغمبر کی سیرت اور زندگی جو آج بھی ہزاروں لاکھوں دلوں کو گرما دینے اور زمانہ کے خلاف لڑا دینے کی طاقت رکھتی ہے مکمل طریقہ پر موجود ہے، اور آنکھوں کے سامنے ہے صحابہ کرامؓ کی زندگی اور ان کی زندگی کا انقلاب اور ان کی کوششوں سے دنیا کا انقلاب نظر کے سامنے موجود ہے۔ یہ سب زندگی کے سرچشمے ہیں۔ یہ سب حرارت اور روشنی کے مرکز ہیں۔ صرف اس کی ضرورت ہے کہ اس امت میں صورت سے حقیقت کی طرف ترقی کی ضرورت کا عام احساس پیدا ہو، زندگی کے ان مرکزوں سے تعلق پیدا ہو اور مادی و معاشی انہماک سے ان کو ان مرکزوں سے اکتساب فیض کی فرصت ملے اور وہ اپنی اصلی زندگی کے چند دن گزار کر اپنی زندگی میں انقلاب اور اپنی پوری زندگی میں ایمان و احتساب اور اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی رضا کے شوق میں کام کی روح پیدا کرے۔

ہماری دعوت صرف یہ ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا۔

"اے مسلمانوں صورت اسلام سے حقیقت ایمان کی طرف ترقی کرو"

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے مستقل ہفتہ وار اجتماعات جن کی ہم شہر شہر اور قصبہ قصبہ دعوت دیتے ہیں، اسی لئے ہیں کہ ہر آبادی میں ایسے مرکز قائم ہوں جہاں مسلمان جمع ہو کر اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق یاد کریں، جہاں سے انہیں حقیقت اسلام کا پیغام ملے، جہاں سے ان کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی کا سراغ لگے، جہاں سیرت نبویؐ اور اصلی اسلامی زندگی کے واقعات اور دین کی بنیادی و اصولی دعوت کے ذریعہ ان میں دینی جذبات و احساسات بیدار ہوں اور ان میں دینی انقلاب کی خواہش پیدا ہو، اگر یہ مرکز اور اس طرح کے اجتماعات نہ ہوئے تو بڑے پیمانہ پر اور طاقتور اور مؤثر طریقہ پر امت کی اکثریت میں حقیقت اسلام اور روح اسلام پیدا ہونے کی کیا توقع ہے؟۔

پھر ہم مسلمانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ کچھ دن حقیقت اسلام کو حاصل کرنے اور اس کو اپنے میں راسخ کرنے کے لئے اپنے اوقات فارغ کریں اور اس ماحول سے نکل کر جس میں حقیقت اسلام پنپنے اور ایمانی کیفیات ابھرنے نہیں پاتیں، ایک ایسے ماحول میں وقت گزاریں جہاں اصلی زندگی کی جھلک موجود ہو، جہاں علم و ذکر، دعوت و تبلیغ، خدمت و ایثار، تواضع و خلق، محنت و جفاکشی کی زندگی ہو، ہم اس وقت مسلمانوں کو اس مقصد کے لئے جماعتوں کی شکل میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں، اگر مسلمانوں کی بڑی تعداد اس کو جزء زندگی بنالے اور اس کا رواج پڑ جائے تو ہم کو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کروڑوں مسلمانوں تک حقیقت اسلام کا یہ پیغام پہنچ جائے گا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کی زندگی میں دینی روح، ایمان و اسلام کی حقیقت اور اس کی صفات و کیفیات پیدا ہو جائیں گی۔

حقیقت اسلام دوبارہ پیدا ہو سکتی ہے

حضرات! ہم اس سے بالکل مایوس نہیں ہیں کہ اس زمانہ میں حقیقت اسلام پیدا نہیں ہو سکتی، ہم کسی ایسے زمانہ اور انقلاب کے قائل نہیں جس میں حقیقت اسلام

www.abulhasanalinadwi.org

دوبارہ پیدا نہیں کی جاسکتی۔ آپ پیچھے مڑ کر دیکھئے تاریخ کے سمندر میں آپ کو حقیقت اسلام کے جزیرے بکھرے ہوئے نظر آئیں گے، بارہا حقیقت اسلام ابھری اور ایمانی کیفیات پیدا ہوئیں، وہی اللہ اور رسول پر یقین واعتماد، وہی شہادت کا ذوق، جنت کا شوق، وہی دنیا پر آخرت کی ترجیح، جب کبھی اور جہاں کہیں حقیقت اسلام پیدا ہوگئی اس نے ظاہری قرائن وقیاسات کے خلاف حالات پر اور مخالف طاقتوں پر فتح پائی ہے، تمام گزرے ہوئے واقعات کو دہرادیا ہے اور قرن اول کی یاد تازہ کردی ہے۔

حقیقت اسلام میں آج بھی طاقت ہے

حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان میں آج بھی وہی طاقت ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی۔ آج بھی اس سے وہ تمام واقعات ظاہر ہوسکتے ہیں جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے ہیں۔ آج بھی اس کے سامنے دریا پایاب ہوسکتے ہیں۔ سمندر میں گھوڑے ڈالے جاسکتے ہیں۔ درندے جنگل چھوڑ کر جاسکتے ہیں۔ بھڑکتی ہوئی آگ گلزار بن سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ حقیقت ابراہیمی موجود ہو۔ ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

انسان کی تلاش

۱۱

آج جس انسان کو طالب خدا ہونا
چاہئے تھا، اس کی معرفت اور محبت سے اپنا
ویران دل آباد، اپنا اندھیرا دماغ روشن، اپنی بے
مقصد و بے کیف زندگی با مقصد اور پر کیف بنانی چاہئے
تھی، صد حیف کہ وہ انسان حقیقی محبت، صحیح معرفت سے
محروم ہے، اس لئے زندگی کی اصل لذت سے محروم ہے
اور حقیقی انسانیت سے محروم ہے اور افسوس ہے کہ
لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس محرومی کا
احساس بھی نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

انسان کی تلاش

مجھے انسان کی تلاش ہے

عزیز و اور دوستو! آج سے پورے سات سو برس پہلے ترکی کے حدود میں ایک بڑے مشہور شاعر اور حکیم گزرے ہیں جن کا نام مولانا رومؒ ہے۔ آپ نے ان کی مثنوی سنی ہوگی، انھوں نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ "کل رات کا واقعہ ہے ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لئے شہر کے گرد گھوم رہے تھے اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے، میں نے کہا حضرت سلامت، آپ کیا تلاش کر رہے ہیں، فرمانے لگے کہ ——— "مجھے انسان کی تلاش ہے، میں چوپایوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز آ گیا ہوں، میرا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے، اب مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شیر اور مرد کامل ہو" میں نے کہا "بزرگوار! اب آپ کا آخری وقت ہے، انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے؟ اس عنقا کا ملنا آسان نہیں، میں نے بھی بہت ڈھونڈا ہے لیکن نہیں پایا" ان بزرگوار نے جواب دیا کہ "میری ساری عمر کی عادت ہے کہ جب کسی چیز کو سنتا ہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرتا ہوں، تم نے مجھے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ میں اس گمشدہ انسان کو اور زیادہ ڈھونڈوں اور اس کی تلاش سے کبھی باز نہ آؤں۔"

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! یہ ایک شاعر کا مکالمہ ہے، آپ کو شاید تعجب ہو کہ کیا کوئی ایسا بھی وقت تھا کہ انسان بالکل نایاب ہو گیا تھا؟ مولانا رومؒ نے ہمارے ذہن میں ایک سوال پیدا کر دیا کہ کیا ہر انسان انسان نہیں ہے۔ اور کیا انسانوں کی بڑی بڑی آبادیوں میں بھی انسان نایاب ہے؟ ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان کی ایک ہی قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو دیکھنے میں انسان ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں ہے اور دنیا میں ہمیشہ انہیں لوگوں کی کثرت رہی ہے دوسرے وہ جو حقیقت میں انسان ہیں اور وہ کبھی ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ان کو چراغ لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مولانا رومؒ کو سات سو برس ہو چکے، ان کے بعد سے دنیا میں بڑی ترقیاں ہوئیں، ہر شہر میں انسانوں کی تعداد بڑھتی رہی ہے، اور آج کی انسانی آبادی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے اور اس کی ترقیاں بھی بہت وسیع ہیں، آج انسان نے بجلی، بھاپ، ہوا اور پانی پر قبضہ جما لیا ہے، ہوائی جہاز، ریڈیو، ٹی۔ وی اور ایٹم بم سے انسانوں کی ترقی اور فتوحات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دوستو! انسانوں کی ترقی کا اندازہ مردم شماری کے نقشوں، اور بڑے بڑے متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کی تصویروں سے کرنا صحیح نہیں ہے، انسانیت کی ترقی ان مادی ترقیات کا نام نہیں ہے اور محض نسل انسانی کی ترقی کو انسانیت کی ترقی نہیں کہا جا سکتا، انسانیت کی ترقی کا اندازہ انسانوں کے اخلاق و کردار سے ہوتا ہے اور اخلاق و کردار کا اندازہ آپس میں ملنے جلنے، ریل کے ڈبوں، پارکوں، ہوٹلوں، دفتروں اور بازاروں میں ہو سکتا ہے، اردو کے مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے بالکل صحیح کہا ہے۔

نقشوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت سے بغاوت

انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے جب ہر قسم کے ذرائع اور مواقع حاصل ہوں کہ چوری، گناہ، حق تلفی کی جا سکے مگر انسان کے اندر کی کیفیات اس کا ہاتھ پکڑ لیں۔ جہاں انسانیت کا گلا گھونٹا جا رہا ہو وہاں انسانیت اپنا جوہر دکھائے، انسانیت کا اندازہ ہماری موجودہ زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہو سکتا۔

انسانیت درحقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خود بغاوت کرتا رہا ہے، اس کو انسانیت کی سطح پر قائم رہنا ہمیشہ دوبھر اور مشکل معلوم ہوا ہے، وہ کبھی نیچے سے کترا کر نکل گیا اور اس نے کبھی اپنے آپ کو انسانیت سے برتر سمجھا، یعنی اس نے کبھی انسانیت سے بالاتر کہلوانے اور خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کی، اور سچی بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کم کی، لوگوں نے انہیں خدا اور دیوتا بنانے کی کوشش زیادہ کی۔ ہم اگر فلسفہ اور روحانیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ انسانیت سے بلند تر کسی مرتبہ کی تلاش میں رہے اور انسانوں کو انسانوں کا صحیح مقام سمجھانے کے بجائے اس سے اونچا ہونے کی فکر کرتے رہے، اس کے بالمقابل دوسری کوشش یہ رہی کہ انسان کو انسانیت سے گرا دیا جائے، وہ حیوانی اور نفسانی زندگی کا عادی بنے اور دنیا میں من مانی زندگی کا رواج ہو۔

ان دونوں کوششوں کے نتائج دنیا میں ہمیشہ خراب ہوئے ہیں، جب انسان کو انسانیت سے اٹھا کر خدا یا دیوتا بنایا گیا تو دنیا میں بدنظمی پھیلی اور بڑا فساد برپا ہوا، دنیا میں لوگوں نے جب خدائی کا دعویٰ کیا، یا لوگوں نے ان کو یہ درجہ دیا تو دنیا میں بگاڑ بڑھتا گیا اور انسانی زندگی میں نئی نئی گرہیں پڑیں۔ جب ایک معمولی سی گھڑی کسی اناڑی کے ہاتھ پڑ جاتی ہے اور وہ اس کی مشین میں دخل دیتا ہے تو وہ بگڑ جاتی ہے تو یہ نظام عالم

www.abulhasanalinadwi.org

ان مصنوعی خداؤں سے کیسے چل سکتا ہے؟ اس دنیا کے اتنے مسائل، اتنے مراحل اور اس میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ اگر ایک انسان اس دنیا کو چلانا چاہے تو یقیناً اس کا انجام بگاڑ ہوگا۔ میرا منشا یہ نہیں کہ انسان انسانیت کے دائرہ میں ترقی نہ کرے، بلکہ یہ کہ انسان خدائی کی کوشش نہ کرے، اس نے انسانیت ہی میں کونسی کامیابی حاصل کرلی ہے کہ اب وہ خدائی کی ہوس کرے۔ ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب اس قسم کی کوشش کی گئی تو ایسی پیچیدگیاں رونما ہوئیں جن کا کوئی علاج نہ تھا، یہ کوشش دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمیشہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہوتی رہی ہے، ایسے لوگوں نے فطرت سے زور آزمائی کی ہے اور فطرت سے لڑکر انسان نے ہمیشہ شکست ہی کھائی ہے۔

دوسری طرف اکثر ایسے انسان گزرے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو چوپایہ جانا ان کو بحیثیت انسان کے اپنی ترقی کا کوئی احساس نہیں ہوا، اپنی انسانیت، اپنی روحانیت اور خداشناسی کو ترقی دینے کا ان کو کبھی خیال تک نہیں ہوا، دنیا میں زیادہ تعداد انہیں انسانوں کی رہی ہے۔ اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بغاوتیں، یہ دونوں عیب اور یہ دونوں فساد جمع ہوگئے ہیں، اس وقت تقریباً ساری دنیا انہیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ چند آدمی ہیں جو خدائی کے دعویدار ہیں اور جن کو دیوتا بننے کا شوق ہے، باقی اکثر وہ انسان ہیں جو چوپایوں اور درندوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں، اس لئے اس زمانہ کا بگاڑ ہر زمانے کے بگاڑ سے بڑھ گیا ہے اور زندگی عذاب جان بن گئی ہے۔

اس وقت مردم شماری کے خانوں میں کوئی ایسا خانہ نہیں کہ جو لوگ اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کی قدر کرتے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں ان کا اندراج کیا جائے گا۔ مگر آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان امڈا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا احساس ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے انسان کو روح بھی دی ہے، دل بھی دیا ہے اور دماغ بھی عطا کیا ہے۔ جن کو ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے اور ان کے صحیح استعمال سے بچتے ہیں، ہم جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کے ریلے میں ایسے بہے چلے جا رہے ہیں، جیسے ایک گاڑی اپنے اختیار سے باہر لڑھک رہی ہو، جس پر کسی کا کوئی قابو نہ ہو۔ میں اور سمجھا کر کہوں یوں سمجھئے کہ انسانیت ایک سائیکل ہے اور وہ سائیکل ایک ڈھلوان پل پر سے پھسل رہی ہے، اس میں نہ کوئی گھنٹی ہے، نہ بریک اور نہ اس کے ہینڈل پر کسی کا ہاتھ ہے۔ جغرافیہ کی پرانی تعلیم یہ بتلاتی تھی کہ زمین چپٹی ہے، جغرافیہ کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول ہے، لیکن مجھے جغرافیہ کے استاد اور طالب علم معاف کریں میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ زمین ڈھلوان ہے، اس لئے کہ ساری قومیں اور ان کے تمام افراد اخلاقی بلندی سے حیوانی پستی کی طرف لڑھکتے چلے آ رہے ہیں اور روز بروز ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری زمین کا یہ کرہ ضرور آفتاب کے گرد گردش کر رہا ہے، مگر اس کرہ ارض پر بسنے والا انسان مادیت اور معدہ کے گرد چکر لگا رہا ہے، زمین کی گردش کا انسانوں کے اخلاق اور معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن انسانوں کی اس گردش کا تمام دنیا کے اخلاق اور حالات پر اثر پڑ رہا ہے، نظام شمسی میں حقیقی مرکز آفتاب ہو یا زمین، لیکن عملی زندگی میں انسانوں کا حقیقی مرکز معدہ یا پیٹ اور حیوانی عنصر بنا ہوا ہے اور ساری انسانیت اس کے گرد چکر لگا رہی ہے آج دنیا میں سب سے وسیع رقبہ معدہ کا ہے، یوں کہنے کو تو وہ انسان کے جسم کا بہت مختصر حصہ ہے لیکن اس کا طول و عرض اور عمق اتنا بڑھ گیا ہے کہ ساری دنیا اس میں سماتی چلی جا رہی

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، یہ معدہ اتنی بڑی خندق ہے کہ پہاڑوں سے بھی نہیں بھرتا، آج سب سے بڑا مذہب سب سے بڑا فلسفہ معدہ کی عبادت ہے، تعلیم گاہوں میں اسی کا غلام بنانا سکھایا جارہا ہے، آج کامیاب انسان بننے کا فن سکھایا جاتا ہے، دوسرے الفاظ میں دولت مند بننے کا، آج دولت مند بننے کی ریس ہے، دولت مند بننے کی حرص اتنی بڑھ گئی ہے کہ انسان کو خود اپنے تن من کا ہوش نہیں رہا، مطالعہ، علم اور فنون لطیفہ کا مقصد بھی یہی ہو گیا ہے کہ انسان کہاں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کرسکتا ہے؟ سب سے بڑا علم اور ہنر یہ ہے کہ لوگوں کی جیبوں سے کس طرح روپیہ نکال کر اپنی جیب بھری جائے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت مند بننے کی کوشش کی جاتی ہے، دولت مند بننے کی کوشش تمدن اور سوسائٹی کے لئے اتنی مضر نہیں جتنی جلد دولت مند بننے کی ہوس ہے، یہی ہوس، رشوت، خیانت، غبن، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور حصول دولت کے دوسرے مجرمانہ ذرائع پر آمادہ کرتی ہے، اس لئے کہ ان مجرمانہ طریقوں کے بغیر جلد دولت مند بننا ممکن نہیں، اس ذہنیت کی وجہ سے ساری دنیا میں ایک مصیبت برپا ہے، دفتروں میں طوفان ہے، منڈیوں میں قیامت کا منظر ہے، آج انسان جونک بن گئے ہیں، اور انسان کا خون چوسنا چاہتے ہیں آج کوئی کام بے غرض و بے مطلب نہیں رہا، آج کوئی شخص بغیر اپنے فائدہ اور مطلب کے کسی کے کام نہیں آتا، آج ہر چیز اپنی مزدوری اور فیس مانگتی ہے، کبھی کبھی تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر درخت کے سایہ میں دم لیں گے تو شاید درخت بھی اپنی فیس اور مزدوری مانگنے لگیں گے۔ اقبالؔ نے کہا ہے۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

لیکن ان تین طبقوں کی یہ خصوصیت نہیں، سب کا حال یہی ہو رہا ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

دولت اور خواہشات نفس کا نشہ سوار ہے، آج دولت کمانا ہی زندگی کا مقصد بن گیا ہے، اور ساری دنیا اس کے پیچھے دیوانی ہے۔ آج جس انسان کو طالب خدا ہونا چاہئے تھا، اس کی معرفت اور محبت سے اپنا ویران دل آباد، اپنا اندھیرا دماغ روشن، اپنی بے مقصد و بے کیف زندگی با مقصد اور پر کیف بنانی چاہئے تھی، سارے دل اور دماغ کے ساتھ اس سے محبت کرنی چاہئے تھی اور اس کے راستہ میں سب کچھ مٹا کر حقیقی زندگی حاصل کرنی چاہئے تھی، صد حیف کہ وہ انسان حقیقی محبت، اور صحیح معرفت سے محروم ہے، اس لئے زندگی کی اصل لذت سے محروم ہے، حقیقی انسانیت سے محروم ہے، اور افسوس ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس محرومی کا احساس بھی نہیں، آج جس انسان کو خدا کا پرستار ہونا چاہئے تھا وہ دولت کا پرستار اور نفس کا غلام بنا ہوا ہے اور اس کو اس خلاف فطرت غلامی کا احساس بھی نہیں۔

ہر جگہ نفس کا قبضہ ہے

سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حکومت، اندرون حکومت خواہشات کی ہے۔ حکومت پر قبضہ خواہ کسی قوم یا پارٹی کا ہو اور خواہ کوئی صدر یا وزیر ہو مگر در اصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلط ہے، پہلے برطانیہ کے متعلق کہتے تھے کہ اس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا، لیکن آج جس حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ نفس کی خواہش اور من کی چاہت ہے۔

وقت کا فرمان یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے، دل کی آگ بجھائی جائے، چاہے انسانوں کے خون کی نہریں بہتی ہوں، خواہ انسانوں کے اوپر ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے گزرنا پڑے، خواہ قومیں اس راستہ پر پامال ہو جائیں، خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہو جائیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن اس میں ذرا تعجب کی بات نہیں سینکڑوں برس سے جو تعلیم انسانوں کو دی جارہی ہے خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہو یا سینماؤں کے ذریعہ، یا ادب وشاعری کے ذریعہ، جو ہر ملک اور ہر قوم میں رائج ہے، اس کا ماحصل یہی ہے کہ تم من کے راجہ اور نفس کے غلام ہو۔

دوستو! اس زمانے کے سارے انسانوں کی آبادیاں اس لحاظ سے ایک سطح پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، ملکوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں، چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے لئے بھوک ہڑتال کرنے والے بہت ہیں، مقامی مسائل کے لئے جان کی بازی لگادینے والے بہت ہیں، لیکن انسانیت کے لئے مرنے والے کتنے ہیں؟ کتنے ایسے ہیں جن کو حقیقی انسانیت کی فکر ہے؟ آج دنیا میں اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں ہے کہ انسانیت کے لئے آواز اٹھائے، سارے کرہ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کے لئے اپنی قربانی دے۔

پیغمبروں کی بے غرضی و بے نیازی

دراصل پیغمبروں ہی کی جرأت تھی، خواہ وہ ابراہیمؑ ہوں یا موسیٰؑ، عیسیٰؑ ہوں یا محمدؐ (اللہ کا درود وسلام ہو ان پر) کہ انھوں نے ساری دنیا کو چیلنج کرکے انسانیت کے خلاف جو بغاوت جاری تھی اس سے روکا، ان کے سامنے دنیا کی لذتیں اور دولتیں لائی گئیں مگر انھوں نے سب کو ٹھکرادیا، اور انسانیت کے درد میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا، اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کی یہ جماعت، جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے، دنیا کو کچھ دینے کے لئے آئی تھی، دنیا سے کچھ لینے کے لئے نہیں آئی تھی، ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی، انھوں نے دوسروں کے پنپنے کی خاطر اپنے کو مٹایا، انھوں نے دوسروں کی آبادی کی خاطر اپنے گھروں کو اجاڑا، انھوں نے دوسروں کی خوش حالی کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے اپنے متعلقین کو فقر و فاقہ میں مبتلا کیا، انھوں نے غیروں کو نفع پہنچایا اور اپنوں کو منافع سے محروم کیا، کیا دنیا کے رہنماؤں میں ایسی بے غرضی اور خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں؟ پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی اور ان کو محسوس کرایا کہ موجودہ زندگی خطرہ کی ہے، جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے اور میٹھی نیند ہی سونا چاہتے تھے، انھوں نے پیغمبروں کی اس دعوت اور تنبیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انھوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا اور ہماری نیند خراب کی۔ لیکن جو گھر میں آگ لگی ہوئی دیکھتا ہے وہ سونے والوں کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو کسی کی نیند پر ترس نہیں آتا۔ پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے، وہ دنیا کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، دنیا کے گمراہ رہنماؤں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مارفیا (MORPHIA) کے انجکشن دیئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلا دیا، مگر پیغمبروں نے انسانوں کو جھنجھوڑا اور غفلت سے بیدار کیا، یہ چھوٹی چھوٹی جنگیں اور لڑائیاں دراصل اسی لئے ہوئیں کہ دنیا سے غفلت دور ہو اور دنیا پر جو تاریکی مسلط ہے وہ ختم ہو انسان حقیقی انسانیت کو سمجھے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت

ہمارے سامنے سب سے زیادہ ممتاز اور سب سے زیادہ واضح اور روشن، سب سے زیادہ بلند مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کا اظہار نہ کریں تو یہ ایک خیانت ہوگی، ہمارا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے اس احسان کو نہ بتلائیں جو انھوں نے انسانیت پر کیا۔

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ ہی اس دنیا کو اکیلا چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے، آپ نے اس حق کا اعلان کیا اور اس آواز کو بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصے سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور جب کوئی آواز سننے میں

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں آتی تو یہی آواز کانوں میں آتی ہے آج یہ آواز تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی تعلیم اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا، وہ انسانیت کا مشترک سرمایہ ہے جس پر کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی، جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری کا حق نہیں اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہیں اور ہر شخص کا اس میں حصہ ہے۔ جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہے، یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے۔

دوستو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت تھے اور ساری انسانیت آپ کی ممنون ہے، دنیا میں جو کچھ عدل وانصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقیقتوں کو اس وقت تسلیم کیا جا رہا ہے وہ سب آپ کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

دوستو! ہم اس موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں، ہم لوگوں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اتنی ہی پست ہے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خودکشی کی طرف جا رہی ہے، یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے، میں مسجد سے سیدھا اسٹیج پر نہیں آیا بلکہ کتب خانوں کے راستہ سے، مطالعہ کے راستہ سے اور معلومات کے راستہ سے آپ کے سامنے آیا ہوں، آپ میں سے کچھ لوگ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے، میں خود یورپ کو جانتا ہوں۔ ع

تم انگریزی داں ہو، میں انگریز داں ہوں

میں سارے یورپ سے خم ٹھونک کر کہتا ہوں کہ تمہارا پورا نظام زندگی غلط ہے اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے یہ میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال

www.abulhasanalinadwi.org

اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات پیغمبروں ہی کے راستہ میں ہے اور دنیا کے لئے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف، دوسری زندگی پر ایمان اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں، یہی ہماری دعوت ہے اور یہی ہماری جد و جہد کا مقصد ؎

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کی فلاح اور انسان کا کردار(۱)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ"

دوستو اور بھائیو! اس وقت تمام دنیا میں سخت اختلاف ہے، روز مرہ کی جو حقیقتیں سورج کی طرح روشن ہیں اور جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، کوئی دعوی ایسا نہیں جس کی ہر جگہ سے، ہر ادارہ سے اور ہر مکتب خیال سے تائید ہو۔ ایسی کوئی حقیقت نہیں جس پر سب کے سب متفق ہوں لیکن ایک بات ایسی ہے کہ ہر طرف سے اس کی آپ تائید سنیں گے اور جہاں جائیں گے آپ اس کی صدائے بازگشت پائیں گے، وہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں ایک عالمگیر فساد برپا ہے اور ایسا بگاڑ ہے جس سے دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جو ملک اپنی مادی ترقی کے نقطۂ عروج پر پہنچ گئے ہیں، وہاں بھی اگر آپ جائیں گے تو اسی

---

(۱) لکھنؤ کے تبلیغی اجتماع میں کی گئی تقریر (ماخوذ از ندائے ملت لکھنؤ)

www.abulhasanalinadwi.org

کا رونا پائیں گے، کوئی مجلس، کوئی جلسہ، کوئی کتاب، کوئی مباحثہ کوئی مذاکرہ، کوئی غور وفکر کا حلقہ اس سے خالی نہیں، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کر جایئے، ہر جگہ آپ اسی کا شکوہ پائیں گے کہ بگاڑ بہت پھیل گیا ہے اور دنیا میں ایک عالمگیر فساد برپا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس پر قریب قریب اس وقت دنیا کے تمام سوچنے اور سمجھنے والے، یہاں تک کہ جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ بھی متفق ہیں، جو کتابوں کے پڑھنے والے ہیں، وہ کتابوں کے واسطہ سے جانتے ہیں، جن لوگوں کو اس کا اتفاق نہیں ہوتا، یا اس کی فرصت نہیں ملتی، ان کے کانوں میں بھی یہ بات پڑتی رہتی ہے، ہمارا ملک ہو یا کوئی باہر کا ملک، یورپ ہو یا امریکہ، افریقہ ہو یا ایشیاء اور یہاں تک کہ وہ سرزمین جو خیر وبرکت کی سرزمین ہے، وہاں بھی اگر آپ جائیں گے تو اس کا احساس عام پائیں گے۔

یہ ایک ایسی الجھی ہوئی ڈور ہے جس کا سرا کسی کو نہیں ملتا، بگاڑ تو ضرور ہے لیکن بگاڑ کا سبب کیا ہے، اور جس قدر اس ڈور کو سلجھانے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ الجھتی ہی چلی جارہی ہے، اس لئے کہ سرا ہاتھ میں لینے، اور سرا تلاش کرنے کا جو فطری طریقہ ہے اور جو خدا نے پیدا کیا ہے وہ کھو گیا ہے اور اس کی کسی کو خبر نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اور ان سب لوگوں کے عقیدہ کے مطابق جو خدا کے وجود پر یقین رکھتے ہیں اور خدا کی صفات کا کوئی نہ کوئی تصور ان کے اندر پایا جاتا ہے وہ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی اصلاح اور اس دنیا کا فساد، اس دنیا کی سعادت اور اس دنیا کی شقاوت اور اس کا بناؤ بگاڑ، اس کی خوش حالی اور اس کی بربادی، سب کو وابستہ کیا ہے، انسان کے ساتھ، انسان اگر اچھا ہے تو یہ دنیا اچھی ہے اور اگر انسان بگڑا ہوا ہے، راستہ چھوڑ چکا ہے، خودکشی پر آمادہ ہے، تباہی وبربادی پر کمربستہ ہے، اس کو اپنی قیمت معلوم نہیں وہ خدا کو بھول چکا ہے اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے نتیجہ میں وہ اپنے کو بھی بھول چکا ہے، اس کو اپنے آغاز وانجام کی خبر نہیں، یا فکر نہیں، تو پھر اس دنیا کے بگاڑ کو کوئی روک نہیں سکتا، اور اس بگڑی ہوئی دنیا کو بنا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے، وہ انسان کا محتاج نہیں، لیکن اس نے ایک قانون مقرر کر دیا ہے، یہ سنت الٰہی ہے اور سنت الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوتی، (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا) قرآن شریف میں بار بار یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قانون، جس کے لئے بنا دیا جس میں جو خواص رکھ دیئے، ہزاروں، لاکھوں برس گزر جانے کے بعد بھی وہ خواص ان کے اندر پائے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا قانون اسی طرح سے جاری وساری اور کارفرما ہے جیسے ہزاروں برس پہلے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے، اپنی حکمت بالغہ سے، اپنے ارادہ واختیار سے، اپنی قدرت سے دنیا کی سعادت وشقاوت کو انسان کے ساتھ وابستہ فرما دیا ہے، خدا کا یہ قانون ہے کہ یہ دنیا انسان کے دم سے ہے، انسان اچھا ہے تو یہ دنیا اچھی ہے، انسان اگر برا ہے تو یہ دنیا فساد کا گہوارہ ہے، آپ اگر تاریخ میں اس کا سراغ لگائیں گے اور تاریخ کی تاریکیوں میں دور تک جائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا کا بگاڑ انسان کی وجہ سے ہے، انسان سرچشمہ ہے دنیا کی فلاح وسعادت کا، اور انسان سرچشمہ ہے دنیا کی تباہی وہلاکت کا، اس لئے اصل چیز جس پر محنت صرف کرنے اور توجہ کرنے کی ضرورت ہے وہ انسان ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صحیح تربیت فرمائی، اور ان کو مامور فرمایا، اور پھر ان کو جو عقل سلیم اور نبوت کا نور عطا فرمایا تھا، اس کی روشنی میں انھوں نے اس حقیقت کو پالیا کہ اس دنیا میں جو کچھ ان کے کرنے کا کام ہے وہ انسان کی درستی ہے اور انسان کا راستے کو پالینا، راستے کو سمجھ لینا اور اس پر اپنی طاقت اور صلاحیتوں کو لگا دینا ہے۔

انبیا علیہم السلام نے اس حقیقت کو سمجھا، اللہ کی نصرت ان کے شامل حال تھی اور ارادہ الٰہی ان کی پشت پر تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ ان کے ذریعہ سے اس

www.abulhasanalinadwi.org

گم کردہ راہ انسانیت کو اور اس تباہ شدہ دنیا کو امن وسکون اور راحت عطا فرمائے گا کہ اس دنیا میں بھی انسان کو جنت کا مزہ آجائے۔ اور اپنی زندگی ہی میں وہ جنت کا مصداق ہو جائے، اور اس دنیا میں اس کو انسان بن کر رہنے کا سلیقہ آجائے، اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے ایک لمحہ تردد کئے بغیر اور ایک دن بھی تجربہ کی ضرورت سمجھے بغیر، جس وقت وحی کا پہلا حصہ ان پر نازل ہوا، انھوں نے ساری طاقتیں ایک موضوع پر صرف کردیں اور وہ انسان تھا، لیکن خود انسان ایک عالم ہے، انسان کسی طرح سے اپنی وسعت میں، اپنی گہرائی میں، اپنی پیچیدگی میں، اپنے تنوع میں، اپنے رازہائے سربستہ میں، اپنے تہہ بہ تہہ پردوں میں کسی طرح اس کائنات سے سیاروں سے، اسی نظام شمسی سے، نظام فلکی سے اور ہماری اس لمبی چوڑی دنیا سے کم نہیں۔ انسان تو اتنی وسیع مخلوق ہے جس کی تھاہ تک پہنچنا ہی ناممکن ہے جس طریقہ سے آپ سمندر میں ایک سٹکی ڈالیں اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں گئی، انسان کی گہرائی اس سے بھی کہیں زیادہ ہے، اس کی تھاہ کو اس کا پیدا کرنے والا ہی جانتا ہے، (اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ)۔

یہ انسان خود ایک عالم ہے، اس کو اللہ نے دماغ دیا ہے، اس کو اللہ نے دل دیا ہے، اس کو اللہ نے اعضاء وجوارح دیئے ہیں، اس کو اللہ نے مقاصد عطا فرمائے ہیں بڑے دور دراز، بڑے بلند، اس کی کیا خواہشات ہیں، کیا کیا ضرورتیں ہیں، کیا کیا ارادے ہیں، اس کی کیا کیا تمنائیں اور آرزئیں ہیں، غرض کہ اتنا بڑا جنگل ہے کہ بڑے سے بڑے محقق، اس میں گم ہوجائیں۔

انبیاء علیہم السلام کے سامنے جب انسان آیا، اور ان کو معلوم ہوا کہ اس انسان پر ان کو محنت صرف کرنی ہے اور اس کو بنانا ہے تو اب ان کے لئے بڑا امتحان تھا، اگر اس موقع پر انسانی نفسیات کے ماہر ہوتے، بڑے بڑے مصلح ومعلم ہوتے، بڑے بڑے مفکر وفلسفی ہوتے تو ہزاروں ٹھوکریں کھاتے، وہ انسان کی انسانیت کا سراغ

www.abulhasanalinadwi.org

لگانے کے لئے نکلتے اور اس کا سرا ڈھونڈھنے کے لئے وہ سفر شروع کرتے تو عمر گزر جاتی، بلکہ نسلیں گذر جاتیں اور ان کو اس کا سرا نہیں ملتا، یہ انسان ایک ایسی پہیلی ہے جس کا بوجھنا ہی مشکل ہے، خود انسان اپنی حقیقت سے واقف نہیں، اس کے سینکڑوں شعبے ہیں کتنے شعبے ہیں، جو معلوم ہو چکے ہیں، اور کتنے شعبے ہیں جو ابھی تک نامعلوم ہیں، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اگر اللہ کی رہنمائی نہ ہوتی اور اللہ کی نصرت شامل حال نہ ہوتی اور تقدیر الٰہی کا فیصلہ نہ ہوتا کہ اللہ کے آخری نبی ہی سے قیامت تک ہدایت کا کام کرانا ہے، اور اس دنیا کا بگاڑ ان سے دور کرانا ہے اور انسان کو اس کے خالق سے ملانا ہے، اور انسان کے مقصد زندگی سے آگاہ کرنا ہے، تو انسان کی ہدایت کا کام آسان نہ تھا، انسانیت کے محققین کی نسلیں گذر گئیں جو دماغ ہی کے اندر سرگرداں رہیں اور دماغ ہی کا سفر پورا نہیں کر سکیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی فرمائی کہ دنیا کی اصلاح و تبدیلی کا مرکز انسان ہے، اور انسان کی اصلاح و تبدیلی کا مرکز اس کا دل ہے، دل بھی کہنے کو ایک لفظ ہے لیکن اس کا بھی کوئی اور چھور نہیں، اس کی وسعت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے، یہ سارا عالم اس کا لقمہ بن سکتا ہے، یہ سارا عالم اس کے دل کی وسعتوں میں گم ہو جائے کہ پتہ نہ چلے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و رہنمائی فرمائی کہ انسان کے اندر خیر کا ارادہ پیدا ہو جانا، اپنی ہستی سے واقف ہو جانا اور ایثار کا مادہ اس کے اندر پیدا ہو جانا اور اغراض سے اس کا پاک ہو جانا، اپنی اور دوسروں کی زندگی کو خدا کی رضا کے راستہ پر ڈالنے کی کوشش کرنا، تاکہ سب کے سب خدا کی رضا کے جویا بن جائیں، پیٹ کے بندے نہ رہیں، معدے کے بندے نہ رہیں، اپنی شہوتوں اور خواہشات کی بندگی سے وہ آزاد ہو جائیں اور ایک خدائے واحد کی بندگی میں وہ لگ جائیں، اور ان پر ان کے معدے کی حکومت نہ ہو، ان کی خواہشات کی حکومت نہ ہو، ان کے سفلی مقاصد کی حکومت نہ ہو، وہ صرف اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے ہاتھ پاؤں نہ ماریں اور اس دنیا کو اپنے گھر کے اندر محدود نہ سمجھیں، اپنے چار بچوں والی، آٹھ بچوں والی، دس بارہ افراد خاندان والی دنیا نہ سمجھیں کہ ساری دنیا اسی ایک گھر کے اندر آ گئی اور یہی میری دنیا ہے، یہیں مجھے مرنا اور جینا ہے، اس قفس سے جس کی تیلیاں کہیں سونے کی، کہیں لوہے کی، مگر بہر حال پنجرہ ہے، اس پنجرہ سے وہ آزاد ہو جائے اور آفاق کی وسعتوں سے آشنا ہو جائے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔(۱) اس کو معلوم ہو جائے کہ میرا خالق کیا ہے اس کی کیا صفات ہیں، اس کے پاس کیا ہے، اس سے کیا چیز مانگنی چاہئے، اس کے خزانہ میں کیا کچھ ہے، اس کے خزانہ سے مجھے کیا مل سکتا ہے، وہ کون سے اعمال ہیں، کون سے اخلاق ہیں، کون سے عقائد ہیں، کون سا طرز زندگی ہے، جس سے میں خالق سے وہ نعمتیں حاصل کر سکتا ہوں، جن کا کسی کو تصور بھی نہیں، (مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ) نہ کسی آنکھ نے اس کو دیکھا، نہ کسی کان نے اس کو سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا) اس کو تو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا کے خزانے میں کیا ہے مجھے دینے کے لئے۔

میں نے کہا کہ انسان ایک جنگل ہے جس میں انسان کھو جائے، اس میں ہر طرح کے شیر، اور چیتے، اور تیندوے موجود ہیں، یہ نہ سمجھے گا کہ یہاں کی باہر کی دنیا میں موجود ہیں، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ درحقیقت یہ انسان کے اندر موجود ہیں، اور باہر ان کا ظہور ہے، انسان کے اندر شیر اور تیندوے، انسان کے اندر چیتے اور بھیڑیئے، انسان کے اندر کے کتے اور سور، یہ باہر کے کتے اور سوروں سے کہیں زیادہ خطرناک، کہیں زیادہ زہریلے، کہیں زیادہ خونخوار، کہیں زیادہ انسان کے خون کے پیاسے، اور کہیں زیادہ ان کے اندر خباثت ہے، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انسان اپنے اندر کیا کیا

---

(۱) سورہ الانعام: ۷۵

www.abulhasanalinadwi.org

لئے بیٹھا ہے، کیسے کیسے اژدہے، کیسے کیسے سانپ اور بچھو، یہ انسان کے اندر کے سانپ اور بچھو، جب سے باہر نکل آئے ہیں، تب سے دنیا تباہ ہوئی ہے، باہر کے سانپ اور بچھوؤں نے دنیا کو کبھی تنگ نہیں کیا۔ آپ نے یہ کبھی تاریخ میں نہیں پڑھا ہوگا کہ سانپوں اور بچھوؤں نے اپنی تنظیم کی اور اپنے دشمنوں کے خلاف لشکر کشی کی، کبھی آپ نے یہ نہیں سنا ہوگا کہ ساری دنیا کے شیر اکٹھا ہو گئے اور شیروں نے دنیا پر حملہ کر دیا، یہاں پر تاریخ کے بہت سے طالب علم ہیں، آپ نے کسی تاریخ میں پڑھا کہ ایک دوسرے سے بات کرنے کے لئے ساری دنیا کے شیر اکٹھا ہوئے، کبھی آپ نے سنا کہ بھیڑیئے انسان سے لڑے ہوں، یا بھیڑیئے بھیڑیوں سے لڑے ہوں، چھوڑ دیجئے انسان کو لیکن کتنے بار آپ نے پڑھا اور پڑھتے پڑھتے آپ تنگ آ گئے، اور پڑھنا تو بڑی دور کی بات ہے ہماری اور آپ کی زندگی میں دو دو جنگیں پیش آئی ہیں، ہم میں سے بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنھوں نے پہلی جنگ عظیم بھی دیکھی ہوگی، خواہ وہ اس وقت بچے رہے ہوں، یہ دونوں جنگیں، کس نے کس کے خلاف لڑیں؟ خدا کے لئے یہ بتایئے کہ یہ سانپوں اور بچھوؤں کی لڑائی تھی انسان سے، بچھو، بچھو سے لڑتا ہے، سانپ سانپ سے لڑتا ہے، بھیڑیا، بھیڑیئے کو کھاتا ہے، مگر بھیڑیوں نے کبھی اپنی تنظیم نہیں کی، بھیڑیوں نے کبھی اپنی صف آرائی نہیں کی، بھیڑیوں میں کبھی کوئی عصبیت پیدا نہیں ہوئی کہ ایک ملک کے بھیڑیئے دوسرے ملک کے بھیڑیئے سے لڑیں، انسانیت کی تاریخ میں ایک دن بھی آپ بتا سکتے ہیں کہ انسان نے انسان کے خلاف لشکر کشی نہ کی ہو، ایک ملک کا دوسرے ملک سے مقابلہ نہ ہوا ہو، شہر، شہر کے خلاف لڑے، یہاں تو محلے، محلے کے خلاف لڑتے ہیں، برادری برادری کے خلاف لڑتی ہیں، قومیں، قوموں کے خلاف لڑتی ہیں، لیکن جانوروں کے متعلق کبھی ایسا نہیں سنا گیا۔

انسان کے اندر یہ سارے ایسے خونخوار جانور ہیں کہ اگر یہ باہر نکل آتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، اور کب باہر نکلتے ہیں، خدا کے پیغمبروں نے جو حصار تعمیر کیا ہے، اس کے اندر یاجوج ماجوج کی طرح وہ بند ہیں، انسانوں کے ان خونخوار جانوروں کو لگام دینے کے لئے، ان کے اس جذبے کو کچلنے کے لئے ان کو قابو میں رکھنے کے لئے، بلکہ ان کو انسانوں میں تبدیل کرنے کے لئے، اللہ کے پیغمبروں کے پاس نسخہ ہے، جب انسان اس سے سرکشی کرتا ہے، یا اس نعمت کی ناقدری کرتا ہے تو انسان کے اندر جو درندے ہیں، یہ باہر نکل آتے ہیں، اور سارا دنیاوی فساد ان ہی درندوں سے ہوا۔

جب انسان، انسان کا شکار کھیلنے لگتا ہے جب انسان، انسان کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے، تو کیا ہوتا ہے یہ آپ کے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دوسری توفیق یہ تھی کہ اس نے ان کو یہ سمجھ عطا فرمائی کہ انسان کے دل پر اپنی ساری طاقتیں لگا دیں، اس کو انسان کے دل پر لگا دیا، ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله، واذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب"

حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کے اندر ایک مضغہ گوشت ہے، ایک حقیر سا ٹکڑا ہے انسانی گوشت کا، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے وہ بگڑ جائے تو سب بگڑ جائے، یاد رکھو وہ دل ہے، اس لئے انھوں نے دل پر اپنی طاقت صرف کی، انھوں نے اس حقیقت کو پالیا کہ وسائل اور ارادے، ذہانتیں، طاقتیں، کائنات کے سارے خزانے، روپیہ، پیسہ اور دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی نعمتیں پیدا کی ہیں، اور جتنے بھی فائدہ پہنچانے اور نقصان پہنچانے والے ذرائع پیدا کئے ہیں وہ سب تابع ہیں، انسان کے ارادے کے، انسان کے اندر خیر کا ارادہ پیدا ہو جائے، تو اگر وسائل نہ ہوں گے تو وسائل پیدا کر لے گا، اور اللہ اس کے لئے وسائل پیدا فرما دے گا، اگر انسان کی طبیعت کا رخ صحیح ہو جائے اگر انسان، خیر کا طالب ہو، اگر

www.abulhasanalinadwi.org

انسان، انسان کی فلاح چاہنے والا ہو، اگر انسان، انسان کو نفع پہنچانے کا حریص ہو، اگر انسان، انسان کا خادم بن جائے، اگر انسان اپنے اغراض سے پاک ہو جائے، اگر انسان اپنی ہستی کو دوسرے کے لئے مٹانا چاہے دوسرے کے زندہ رہنے کے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کی ہمت رکھتا ہو، اور اس دنیا سے بدامنی کو دور کرنا چاہے، اس دنیا سے نفرت کو دور کرنا چاہے، اس دنیا کو امن سے، خوش حالی سے، اللہ کی محبت سے، انسان کی قدر سے، انسانی جان کی قیمت کے احساس سے اگر وہ دنیا کو بھر دینا چاہے، تو پھر وسائل نہ ہوں گے تو بھی وہ اتنا بڑا کام انجام دے گا جو بڑے سے بڑے وسائل کے ساتھ آج تک نہ انجام پایا ہے، نہ انجام پا سکتا ہے، اصل چیز ہے انسان کا ارادہ۔ اگر وہ ارادہ صحیح ہو جائے اور اس کا سرچشمہ صحیح ہو جائے جہاں سے وہ ارادہ نکلتا ہے۔

یہ ہاتھ، اس ہاتھ میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے، لیکن یہ ہاتھ خود کوئی چیز نہیں، اس کی کوئی ہستی نہیں، یہ ہاتھ مظلوم پر ظلم کے لئے اٹھ سکتا ہے، ظالم کی مدد کے لئے اٹھ سکتا ہے، انسان کی گردن کاٹنے کے لئے اٹھ سکتا ہے، اٹھ سکتا کیا اٹھتا رہتا ہے اور آج تو صرف اسی کے لئے اٹھ رہا ہے، آج ساری انسانی توانائیاں اور اس کی ساری طاقتیں ظلم کے لئے وقف ہیں، اور یہ کوئی انہونی اور بعید از قیاس بات نہیں، جب انسان کا دل بدل جائے، انسان کے دل میں اور اس کی نیت میں فتور آ جائے اور اس کے دل کے اندر انسانی دشمنی گھر کر جائے، اس کو انسان کے خون کی چاٹ لگ جائے، تو اس کا ہاتھ یتیم کا سر قلم کرنے کے لئے، بیوہ کے سر سے آخری دوپٹہ، یا اس کے چہرے کو چھپانے کے لئے، اس کے آبرو کی حفاظت کے لئے جو آخری سہارا رہ گیا ہے اس کو چھین لینے کے لئے، غریب و مفلس کے فاقہ زدہ گھر سے جس کو ہفتوں کے بعد چند دانے پکانے کے لئے اور اپنا اور اپنے یتیم بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ملے ہیں یہ چند دانے اور اس کے چولھے، تو ا اٹھا لینے اور اس کی آگ کو گل کر دینے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، لیکن مسئلہ صرف ہاتھ کا نہیں، بلکہ اس کا اور اس طرح کی ساری خرابیوں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے؟ اس کا ارادہ کیا ہے؟ کیا انسان کے اندر خیر کی طلب پیدا ہوگئی؟ کیا انسان کے اندر خوف پیدا ہو گیا، کیا انسانیت کی حقیقت اس پر کھل گئی؟ کیا انسان کو ہستی کا آغاز وانجام معلوم ہو گیا؟ بس سارا انحصار اسی پر ہے۔

انسان کے دل میں اللہ تعالی نے جتنی زرخیزی رکھی ہے اور اس کے اندر سونا اگلنے کی جو صلاحیت رکھی ہے اس کے سامنے سائبیریا کے میدان، اور ہندوستان کی سر سبز وزرخیز زمین گڑھے، اگر اس کے اندر نیک ارادوں کے اگنے، پھلنے پھولنے اور پرورش پانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی اور انسان کے سفلی اغراض ومقاصد اور اس کی سفلی خواہشات کھاد بننے کے لئے تیار ہیں اور انسان ان کو کھاد بنا کر اپنے دل کی سرزمین سے نیک ارادوں کی کھیتی پیدا کر سکتا ہے، اور یہ کھیتی پھل دے سکتی ہے، پک سکتی ہے اور کاٹی جاسکتی ہے تو پھر دنیا کے سارے مسائل حل ہیں اور اگر یہ دل کی سرزمین اوسر اور بنجر ہوگئی ہے اس کے اندر کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں، پھول پیدا نہیں ہو سکتے، اس کے اندر تلواریں تو اگ سکتی ہیں، لیکن امن دینے والی چھاؤں نہیں پیدا ہو سکتی، انسان کے دل کی کھیتی ایسی منحوس بن گئی ہے، ایسی الٹی ہوگئی ہے کہ اس کے اندر زہر تو پیدا ہو سکتا ہے، تریاق نہیں پیدا ہو سکتا، بدامنی تو پیدا ہو سکتی ہے، امن پیدا نہیں ہو سکتا، نفرت تو پیدا ہو سکتی ہے محبت نہیں پیدا ہو سکتی، اپنے بچوں کو پالنے کے لئے یتیموں کا پیٹ پھاڑنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے، لیکن کسی بے کس، کسی مظلوم اور کسی مصیبت زدہ کی حفاظت اور کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا، اگر انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ اس کی پیاس شربت سے نہیں بجھتی، دودھ سے نہیں بجھتی جس کو اللہ نے لَبَنًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ کہا ہے اس کی پیاس ٹھنڈے میٹھے پانی سے نہیں بجھتی

www.abulhasanalinadwi.org

(جس کو قرآن مَاءً فُرَاطًا کہتا ہے) اس کی پیاس دجلہ و فرات کے پانی سے نہیں بجھتی، بلکہ اس کی پیاس انسان کے خون سے بجھتی ہے، ایسی حالت میں اگر یہ چاند اور دوسرے سیارے جن تک پہنچنے اور وہاں کی آب و ہوا اور وہاں کی سطح اپنے لئے مناسب بنانے میں انسان اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے، یہ چاند مریخ اور دوسرے سیارے زمین پر اتر آئیں، انسان کے قدموں کے نیچے آجائیں، اور یہ دنیا جنت کا نمونہ بنادی جائے، لیکن انسان کے دل کی کھیتی خراب ہے اور اس سے خیر اگانے کی صلاحیت جاتی رہی ہے، تو یاد رکھو انسان کی تقدیر میں تباہی ہی تباہی لکھی ہوئی ہے، اس کی حالت کبھی سدھر نہیں سکتی، اور یہ دنیا انسانوں ہی کے ہاتھوں پھر جہنم کدہ بن جائے گی۔

حضرات! دنیا میں ہر طرف پھیلے ہوئے فساد کو، بدامنی کو سروں پر منڈلاتے ہوئے مہیب جنگ کے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اور انسان کو امن و سکون اور باہمی اعتماد و محبت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے آپ کسانوں کو دیکھتے ہیں، خدا کے بنائے ہوئے صحیح اور فطری قانون کے مطابق کسان زمین میں ہل چلاتا ہے، تو زمین کتنا خزانہ اگلتی ہے، اسی طرح اگر دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے، اور خدا کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلایا جائے اور اس میں تھوڑی سے محنت صرف کی جائے اور دل کی کھیتی لہلہا اٹھے اور پھلنے پھولنے لگے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت دنیا کا نقشہ کیا ہو گا؟ یہ حقیر زمین جو آپ کے قدموں تلے روندی جاتی ہے اس سے آپ نے اتنا بڑا فیض پایا، اگر آپ دل کی کھیتی میں خدا کے پیغمبروں کے دیئے ہوئے ہل چلاتے، اور ان کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق آپ اس کی خدمت کرتے اور اس میں ریاض کرتے اور وہ کھیتی برگ و بار لاتی، تو پھر آپ دیکھتے کہ دنیا میں کیسی بہار آئی ہے، اور جب دل کی کھیتی خزانہ اگلتی تو دنیا کا دامن کیسے کیسے موتیوں سے بھر جاتا، کیسے کیسے

www.abulhasanalinadwi.org

ولی کامل، کیسے کیسے خادم انسانیت، کیسے کیسے بے لوث و بے غرض، انسان اور انسانوں کے لئے اپنا خون پانی ایک کرنے والے سامنے آتے، کہ جن کے کارناموں کا تصور کرنا بھی مشکل ہے کوئی باور نہیں کرسکتا کہ کیا انسان کے اندر اتنی بے غرضی پیدا ہوسکتی ہے، کیا انسان دوسروں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کرسکتا ہے کیا انسان وعدہ وفا کرنے کے لئے اپنا گھر لٹا سکتا ہے، ایک مظلوم کو بچانے کے لئے اپنے سارے کنبے کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے، ایک انسان خود زخمی ہے اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں، مر رہا ہے پھر بھی دوسرے زخمی کی پیاس بجھانے کے لئے اپنا پانی پیش کرسکتا ہے، دنیا کی عقل اس کا تصور کرنے سے بھی عاجز ہے، یہ سب کرشمہ تھا خدا کے پیغمبر کی محنتوں کا، انھوں نے دل کی کھیتی پر صحیح طریقے سے محنت کی اور اس کے اندر اللہ کے رکھے ہوئے مخفی خزانوں اور دفینوں کو نکالا اور عالم انسانیت کو اس سے مالا مال کردیا۔

خدا کے پیغمبروں نے اس زمین کو چھوڑا کہ اس زمین کو جوتیں، بڑے بڑے ماہرین کو چھوڑا کہ وہ صنعتوں کو ترقی دیں، نہ ان کو روکا نہ ان کی رہنمائی کا دعوی کیا، بلکہ انھوں نے صاف کہہ دیا "انتم اعلم بامور دنیاکم" صنعت والے صنعت کے میدان میں ترقی کریں، زراعت والے زراعت کے میدان میں، علم والے علم کے میدان میں، اللہ نے ہم کو تو ایک میدان دیا ہے، وہ انسانیت کا میدان ہے، اور انھوں نے اس میدان میں محنت صرف کی تو دنیا کا نقشہ کیا سے کیا ہوگیا، صرف ایک دور کی تاریخ پڑھئے صحابہ کرامؓ کے دور کی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہ موقع دیا کہ وہ دل کی سرزمین میں کھیتی کریں تو آپ دیکھئے کہ اس دنیا میں کیسی بہار آئی۔

اس وقت ہزاروں مشکلات تھیں، تمدن اپنے بالکل ابتدائی دور میں تھا، انسانیت نے بہت سے میدانوں کا انکشاف ہی نہیں کیا تھا سائنس نے گویا اپنا سفر ہی شروع نہیں کیا تھا، قدم قدم پر رکاوٹ تھی، سفر کی دشواریاں تھیں، ایک جگہ سے دوسری

www.abulhasanalinadwi.org

جگہ آدمی کے پہنچنے کے لئے سخت مشکلات درپیش تھے، لیکن جب نیک ارادہ پیدا ہوا اوران کے اندر انسانوں کو خدا کا پیغام پہنچانے کا، انسانوں کو تاریکی سے نکالنے کا سچا جذبہ پیدا ہوا اوران کے اندر ترحم کا ایک جذبہ پیدا ہوا کہ انسان اپنی ہستی کو کس طرح خاک میں ملا رہا ہے، اوران کو اپنی آنکھوں سے صاف نظر آیا کہ جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور انسان اس میں چھلانگ مارنا چاہتا ہے، جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے آگ روشن کی اور پروانے اس میں گرنے لگے وہ ہٹاتا ہے مگر ہٹا نہیں پاتا، پروانوں کی طرح لوگوں نے اس میں کودنے اور چھلانگ مارنے کا ارادہ کیا، اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں اس سے ہٹانا چاہتا ہوں، جب صحابہ کرام پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی تو پھر سفر کی صعوبتیں اوراس کی دشواریاں ان کی راہ میں حائل ہوئیں، اور نہ اس وقت کی دقتیں اور سفر کی طوالت اور راستوں کے خطرات، ان میں سے کوئی بھی ان کے عزم کے سامنے ٹک نہیں سکی، اس لئے کہ ایک تو نیک ارادہ پیدا ہوا، دوسرے یہ کہ وہ ارادہ ان پر مستولی ہوگیا، ان کے اعصاب پر اوران کے دل و دماغ پر چھا گیا، اب ان کو کھانا پینا مشکل ہوگیا وہ لقمہ توڑتے تھے اور کہتے تھے کہ میں لقمہ توڑتا ہوں اور اللہ کے ہزاروں بندے بالکل (عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ) جہنم کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں، جتنی دیر میں میں لقمہ منہ میں رکھوں گا اور اتاروں گا اتنی دیر میں کتنے خدا کے بندے جہنم کے گڑھے میں گر پڑیں گے۔

آج کس چیز کی محتاجی ہے، کیا چیز دنیا سے کھوگئی ہے، خدا کے لئے غور کیجئے، کیا چیز اس وقت دنیا کے ہاتھ میں نہیں ہے؟ نیک ارادہ نہیں، انسان کی قدر نہیں، انسانیت کی فکر نہیں، خطرات ہمارے سر پر منڈلا رہے ہیں، ان کی کسی کو پرواہ نہیں، اپنی اپنی تو فکر ہے، لیکن کسی کو عام انسانیت کی فکر نہیں، اگر تیسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور

ہائیڈروجن بم اور ایٹم بم چلا دیئے گئے تو دنیا کا کیا حشر ہوگا؟ باتیں تو اس کی بہت کی جارہی ہیں، چرچے تو اس کے ہر طرف ہیں، لیکن کسی کو اس کا سچا درد نہیں ہے، اور جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں اور انسانیت کو بچا سکتے ہیں وہ سب سے زیادہ ان وسائل کی تیاری میں منہمک ہیں یہ سمجھ لیجئے کہ نئی جنگ کے لئے ساری قومیں اور ساری دنیا کی ساری طاقتیں پر تول رہی ہیں اور ساری دنیا میں جو کچھ ریس ہے وہ اسی کی ہے، کسی کو بدی سے نفرت نہیں، کسی کو انسان کی تباہی کا غم نہیں، جو حقیقی دکھ اور صدمہ ہونا چاہئے جیسے باپ کو اولاد کا صدمہ ہوتا ہے، بھائی کو بھائی کا صدمہ ہوتا ہے، وہ صدمہ کسی کو نہیں، صرف زبانی باتیں ہیں، امریکہ سے لے کر آپ ایشیا کے آخری سرے تک چلے جایئے آپ کو ہر جگہ باتیں ملیں گی، لیکن اس کے اندر درد مفقود ہے، جو درد کراہ اور کسک ہوتی ہے وہ کسی میں آپ نہیں پائیں گے، اس میں سارا حصہ عقل کا ہے، سارا حصہ ذہانت کا ہے، دنیا کے خطرات سے واقفیت اور اس کی تحلیل و تجزیہ ایسا کریں گے کہ معلوم ہوگا کہ جیسے کسی معمل میں کسی چیز کے الگ الگ اجزاء کئے جاتے ہیں، بالکل ہندی کی چندی کر کے آپ کو بتا دیں گے کہ کیا خطرہ درپیش ہے، لیکن اس کے اندر جو انسانیت کا درد ہے یا دل کی کسک ہے، وہ نہیں ہوتی جیسے آدمی اپنے گھر کا کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو اس کا لہجہ اور ہوتا ہے، آنسو اس کی آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے ہوتے ہیں، آواز مرتعش ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل رو رہا ہے۔

آج دنیا کے بڑے بڑے فلسفی نہایت اطمینان سے دنیا کے خطروں کو بیان کرتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کوئی بہت خوش آئند بات ہو، کوئی مبارک واقعہ ہو، جس کو مزہ لے لے کر بیان کیا جائے، اس لئے کہ انسانیت سے کسی کو حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہے سب زبانی باتیں اور دماغی تعیشات ہیں آج دنیا کی ساری کمی پوری ہو چکی ہے ہمارے پاس کرنے کو سب کچھ ہے، اگر ہم نیک بننا چاہیں، اگر ہم انسان کی

www.abulhasanalinadwi.org

خدمت کرنا چاہیں اگر ہم انسان کو ان خطرات سے نکالنا چاہیں اگر ایک فرد بھی قطب شمالی یا قطب جنوبی میں ہے، ہم اس کی مدد کرنا چاہیں تو اللہ نے ہم کو وہ وسائل دیئے ہیں کہ ہم ان کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں، لیکن ہمارے اندر سچا ارادہ نہیں، ہمارے اندر اس کا شوق نہیں، ایک شخص کے پاس سب کچھ ہے، وہ لاکھوں روپے سے مدد کر سکتا ہے، لیکن وہ خسیس ہے بخیل ہے، اس کو پیسے سے محبت ہے، یاست ہے اور کاہل الوجود ہے، وہ بالکل ہاتھ ہلانا نہیں چاہتا، تو بتایئے اس کی دولت کیا کام آئے گی، ایک شخص حج کو جا سکتا ہے خدا نے اس کو ایسے ذرائع دیئے ہیں لیکن حج کا ارادہ نہیں ہے، حج کا شوق نہیں، تو بتایئے پھر کون اس کو حج پر آمادہ کر سکتا ہے۔

اسی طرح آج انسان کے نیک بننے اور انسان کی خدمت کرنے اور اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دینے، اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنا دینے، اس دنیا کو مسجد و معبد میں تبدیل کر دینے کا جیسا زریں موقع، جیسا آسان راستہ اس وقت ہے ایسا کبھی نہیں تھا آج بد قسمتی سے انسان سب کچھ کر سکتا ہے لیکن کرنا نہیں چاہتا، کیوں نہیں چاہتا؟ کرنے کا فائدہ اس کے سامنے نہیں، فائدہ کیوں سامنے نہیں اس کو یقین نہیں، یقین کس بات پر نہیں، سوائے اپنی آسائش کے سوائے اپنے معدے کے تجربوں کے اپنے جسم کے تجربوں کے اور اپنے محسوسات کے وہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کے سوا سب کچھ بھول گیا ہے، اور اب مجھے خطرہ ہے کہ شاید ہماری زندگی نے وفا کی اور کچھ دن ابھی باقی ہیں وہ وقت بھی کچھ دور نہیں، جب اپنی اولاد کو بھی بھول جائے گا، خود غرضی میں اور خود پرستی میں، خود نمائی اور اپنے وجود میں سب کچھ محدود کر دینے کے سلسلہ میں جس رفتار سے انسان ترقی کر رہا ہے اگر یہ رفتار جاری رہی تو چند دنوں میں ہم دیکھ لیں گے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو بھی بھول جائیں گے اور صرف اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کریں گے، وہ اگر بھوکے ہیں، اور بلک رہے ہیں تو بھی اس کی پروا نہیں ہوگی، دنیا

www.abulhasanalinadwi.org

میں جہاں مادیت اپنے صحیح برگ وبار لائی ہے اور نبیوں کی تعلیم ان کو روکنے کے لئے وہاں موجود نہیں تھی، یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بگڑی ہوئی اور بچی کھچی تعلیمات، کلیسائی تعلیمات اور انجیل کی تعلیم وہ بھی جہاں سے رخصت ہوگئی ہیں وہاں تو یہ حال ہے کہ انسانوں کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں آیا بلکہ بہت سے لوگوں کو اپنا بھی ہوش نہیں رہا ہے، جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے (نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ) آخری عبرت کا منظر یہ ہے کہ انسان کو اپنا بھی صحیح ہوش باقی نہ رہے، یعنی اپنے پیٹ کا تو ہوش ہے، اپنا ہوش نہیں رہا۔

ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل معاملہ ہے انسان کا، اور انسان کا بھی جو کچھ معاملہ ہے وہ اس کے دل کا ہے، اور دل کا جو کچھ بھی معاملہ ہے وہ اس کے نیک ارادوں کا ہے، اگر یہ چیز پیدا ہو جائے، یعنی نیک ارادے پیدا ہونے لگیں تو پھر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، یہ وسائل کا تو صرف نام ہی نام ہے وسائل تو انسانی ارادوں کے تابع ہیں، وسائل تو خدا کی دی ہوئی طاقت سے انسان خود پیدا کرتا ہے۔

اس وقت دنیا کے اندر جو انقلاب آیا ہوا ہے اس کو خواہ کسی عنوان سے بیان کیا جائے وہ یہ ہے کہ انسان کا رخ خیر سے شر کی طرف مڑ گیا ہے، ساری طاقتیں ہیں لیکن اس کی منزل غلط ہوگئی ہے وہ چل رہا ہے، چلنا ہرگز بند نہیں ہوا بلکہ پہلے چلتا تھا پھر دوڑنے لگا، اور اب اڑنے لگا ہے، لیکن کس طرف اڑ رہا ہے وہ ایک شر کی منزل ہے، انسانیت کشی کی منزل ہے انسان کو برباد کرنے کی منزل ہے، سب نے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے جاہ طلبی میں، اقتدار پسندی میں، حکومت کی کرسی حاصل کرنے میں، اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیا ہے، انسانیت کا سارا ثاثہ داؤں پر لگا رکھا ہے، انسانیت کی ساری متاع داؤں پر لگا رکھی ہے، ساری تاریخ داؤں پر لگا رکھی ہے، ساری تہذیب داؤں پر لگا رکھی ہے، انسانیت کی قسمت داؤں پر لگا رکھی ہے، اور انسانیت کے ملبہ پر

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت کی کرسی اگر بچھ سکتی ہے تو انسان اس کے لئے بھی تیار ہے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انسانیت کی لاشوں پر اگر انسان کھڑا ہو کر انا ربکم الاعلیٰ کہہ سکتا ہے تو درجنوں کی تعداد میں نہیں سینکڑوں کی تعداد میں نہیں، ہزاروں انسان اس کے لئے تیار ہیں، ان اللہ کے بندوں سے عقل کے دشمنوں سے پوچھا جائے کہ حکومت کا مزہ کیا، کس پر تم حکومت کروگے، پتھروں پر حکومت کروگے، پہاڑوں اور ٹیلوں پر حکومت کروگے، ریت کے ذروں پر حکومت کروگے،؟ وہ انسان ہی نہ رہے جن پر حکومت کرنے کا مزہ تھا، جن کو تم حکم دیتے اور وہ تمہارے لئے خون پسینہ ایک کردیتے، لیکن آج کے انسان کو ان سوالات سے کوئی دلچسپی نہیں اب تو صرف حکومت مقصود بن گئی ہے اور دماغوں پر مستولی ہوگئی ہے کہ محکوم کی بھی فکر نہیں، یورپ سے امریکا اور امریکا سے ایشیا، اور دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلا ہوا ہے، جس کے لئے فرعون قرآن میں معیاری انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور دولت کی ہوس جس کے لئے قارون معیاری انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے، امارت کا شوق جس کے لئے ہامان معیاری انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے، یہ تین زندہ جاوید کردار ہیں، فرعون، ہامان، قارون، ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ ؎

نفس مارا کمتر از فرعون نیست

لیک اورعون مارا عون نیست

فرق ہے کہ فرعون کے پاس سارا ساز وسامان تھا، اور ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جن کے اندر فرعون بول رہا ہے لیکن ان کے پاس اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ساز وسامان نہیں، آج ساری دنیا اس راستہ کے پیچھے آنکھ بند کرکے چلی جارہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ انسان خربوزوں اور تربوزوں کی طرح منڈی میں بک رہے ہیں، پارٹیاں بدلی جارہی ہیں عقیدے بدلے جارہے ہیں، زندگی بھر

www.abulhasanalinadwi.org

کے کردار پر، زندگی بھر کی تاریخ پر پانی پھیرا جارہا ہے ایک کیمپ سے نکل کر دوسرے کیمپ میں جانے کے لئے تیار ہے، جس سے ساری عمر دوستی رہی اس سے دوستی ختم کرکے ان سے دوستی کرنے کے لئے تیار ہے جن سے ساری عمر دشمنی رہی جن کو ساری عمر برا کہتے تھے ان کو اچھا کہنے کے لئے تیار ہے۔ جن کو پاؤں تلے روندتا تھا آج ان کو سر پر بٹھانے کے لئے تیار جن کو آنکھوں میں جگہ دیتا تھا ان کو پاؤں تلے روندنے اور مسلنے کے لئے تیار سب کچھ انسان کرنے کے لئے تیار ہے اور جس سے آپ پوچھیں گے، اگر وہ صحیح بات کہنے کی ہمت و جرأت رکھتا ہو، منافق نہ ہو تو آپ سنیں گے کہ سب کے دل میں وہی فرعون بیٹھا ہوا ہے اور ساری دنیا کے فساد کا باعث یہی ہے۔

سن لیجئے کہ دنیا کے فساد کا ذمہ دار مذہب نہیں ہے، دنیا کا فساد یہ نہیں ہے کہ مذہب مذہب سے لڑ رہا ہے، مذہب کے مذہب سے لڑنے کا دور ختم ہوا، صدیوں پہلے ختم ہوا، آج بیچارے مذہب کو کون موقع دیتا ہے کہ وہ میدان میں آئے آج غیر مذہبی انسان غیر مذہبی انسان سے لڑ رہا ہے، آج غرض غرض سے لڑ رہی ہے، آج ہوس ہوس سے ٹکرا رہی ہے، آج شیطان شیطان سے ٹکرا رہا ہے، آج مال سے مال ٹکرا رہا ہے، آج اقتدار سے اقتدار لڑ رہا ہے، آج حکومت حکومت سے لڑ رہی ہے، آج وزارت وزارت سے لڑ رہی ہے، آج پارٹی پارٹی سے لڑ رہی ہے۔

تم نے دو عظیم جنگوں کا نقشہ دیکھا ہے ان میں کون سا مذہب کس مذہب کے خلاف لڑا تھا کہاں صلیبی جنگ تھی کیا وہ اسلام و عیسائیت کی آویزش تھی، حاشا وکلا، مذہب اس سے بری ہے یہ مذہب کی خوبی ہو یا مذہب کی کمزوری ہو، مجھے اس سے بحث نہیں، مذہب آج اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ دوسرے مذہب سے ٹکرائے، خلوص خلوص سے کبھی نہیں ٹکرایا، روحانیت روحانیت سے کبھی نہیں ٹکرائی، یہ الزام ہے، اتہام

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، بہتان ہے، میں تاریخ کو چیلنج کرتا ہوں، تاریخ کے پروفیسروں کو چیلنج کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ بھی بتادیں کہ خلوص خلوص سے لڑا ہو، خلوص میں خلوص سے لڑنے کی صلاحیت ہی نہیں خلوص جب خلوص کی طرف بڑھے گا پہچان لے گا، بھائی بھائی کو پہچان لیتا ہے، نیک نیک کو پہچان لیتا ہے ماں اپنے بیٹے کو پہچان لیتی ہے، بیٹا اپنی ماں کو پہچان لیتا ہے، اس سے زیادہ مخلص مخلص کو پہچانتا ہے، کبھی مخلص مخلص سے نہیں لڑسکتا، کبھی روحانیت روحانیت سے نہیں لڑسکتی، کبھی نیکی نیکی سے نہیں لڑسکتی، کبھی صداقت صداقت سے نہیں لڑسکتی، ہمیشہ جھوٹ جھوٹ سے لڑتا ہے، ہمیشہ نفاق نفاق سے لڑتا ہے، ہمیشہ باطل باطل سے لڑتا ہے، ہمیشہ اغراض اغراض سے لڑتے ہیں، سارا فساد دنیا میں اغراض کا ہے، اغراض کے سوا آج کچھ نہیں ہے امریکہ میں اغراض کے سوا کچھ نہیں یورپ میں اغراض کے سوا کچھ نہیں ہے، اور افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ہمارے اس برصغیر ہندوستان و پاکستان میں اغراض کے سوا کچھ نہیں ہے آج ساری دنیا میں اغراض کی کارفرمائی ہے آج لوگوں کو روٹی نہیں ملتی تو اغراض کی بدولت آج لوگوں کو تن چھپانے کے لئے کپڑا نہیں ملتا تو اغراض کی بدولت آج کل جو فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں وہ بھی اغراض کا کرشمہ ہیں، مذہب کا نام بدنام ہے، مذہب کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میں صاف کہتا ہوں کہ اسلام کا بھی کوئی تعلق نہیں، ہندو مذہب کا بھی تعلق نہیں، عیسائیت کا بھی تعلق نہیں، ایک مذہبی انسان کی حیثیت سے ایک انصاف پسند انسان کی حیثیت سے اعلان کرتا ہوں کہ مذہب کا کوئی قصور نہیں، احمد آباد(۱) میں اغراض اغراض سے لڑے، انسانیت دشمنی تھی جو سامنے آئی، آج جہاں کہیں بھی کشت وخون ہورہا ہے، آج جہاں کہیں بدامنی ہے، آج جہاں کہیں انسان انسان کو پامال کررہا

(۱) احمد آباد (گجرات) کے فرقہ وارانہ فسادات مراد ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، گھروں کو تاراج کر رہا ہے، بستیوں کو بے چراغ کر رہا ہے، وہاں صرف اغراض ہیں اور یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ اس کے بند کرنے کی طاقت دنیا کے کسی فلسفہ میں نہیں اس کے بند کرنے کی طاقت کسی مفکر کے پاس نہیں، راستے گم ہیں، دروازے بند ہیں، انسان کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے، صرف ایک راستہ ہے اور وہ راستہ صرف انبیاء علیہم السلام کا بتایا ہوا راستہ ہے۔

اے یورپ کے داناؤ! اے امریکہ کے لال بجھکڑو! تم راستہ کھو چکے، مسیح علیہ السلام نے تم کو راستہ بتایا تھا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہیں ہوئی وہ راستہ بھی منزل تک پہنچانے کے لئے کافی تھا، مگر اے عقل وانسانیت کے دشمنو! تم نے مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا دامن چھوڑ دیا، کلیسا پر افترا ہے الزام ہے، کلیسا میں ہزاروں خرابیاں سہی، کلیسا نے بہت غلط کردار ادا کیا، لیکن کلیسا جنگوں کا ذمہ دار نہیں کلیسا نے وحدت پیدا کی، یورپ کی منتشر طاقتوں کو ملایا اور وہاں کے لوگوں نے صاف صاف کہا ہے کہ جب سے لوتھر کی تحریک دنیا میں آئی اس نے عیسائیت کو جو کچھ بھی فائدہ پہنچایا ہو اس نے یورپ کی وحدت کو پارا پارا کر دیا، ایک کلیسائے اعظم ایک اسقف اعظم کے نیچے جو یورپی قومیں جمع ہو گئی تھیں اور صدیوں سے زندگی گزار رہی تھیں، ان کا تار بکھر گیا، ان کی لڑی ٹوٹ گئی وہ ایسی منتشر ہوئیں کہ آج کوئی طاقت، کوئی فلسفہ، کوئی نظام خواہ وہ اقتصادی نظام ہو، خواہ وہ کوئی سیاسی نظام ہو۔ خواہ وہ جمہوریت ہو، خواہ ڈکٹیٹرشپ ہو، کوئی اس وحدت کو دوبارہ لانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

دنیا کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہمارا مرض ہمارے اندر ہے اور ہمارا علاج بھی ہمارے اندر ہے، جس چیز کو ہم باہر تلاش کرتے پھرتے ہیں، وہ ہمارے اندر ہے، وہی قصہ ہے کہ کسی کی کوئی چیز کھو گئی تھی گھر کے اندر، وہ باہر اس کو تلاش کر رہا تھا، کسی نے اس سے کہا کہ چیز کہاں گری تھی؟ اس نے کہا گھر کے اندر، اس نے کہا کہ گھر کے اندر کیوں

www.abulhasanalinadwi.org

تلاش کرتے؟ کہنے لگے گھر کے اندر روشنی نہیں، روشنی باہر ہے، اس لئے جہاں روشنی ہے وہاں میں تلاش کر رہا ہوں۔

آج ساری دنیا کے لال بجھکڑ یہی کر رہے ہیں، حقیقت گم ہوئی تھی ہمارے دل کے اندر ہمارے وجود کے اندر، ہمارے ارادوں کے اندر ہمارے یقین کا جو سرچشمہ ہے اس کے اندر، لیکن چونکہ اس میں تاریکی ہے اور تاریکی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہے، تاریکی ہے اس وجہ سے کہ نبوت کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گیا، لیکن ملے گی وہ چیز وہیں، باہر گیس کے ہنڈے کی روشنی سہی لیکن جو چیز جہاں گری ہے وہ چیز وہیں ملے گی، تم نے جس چیز کو گھر کے اندر کھویا ہے اس کو گھر کے باہر مت ڈھونڈو، گھر کے اندر آؤ، چراغ جلاؤ ایمان کی مشعل مانگ کر کے لاؤ لیکن خدا کے لئے گھر میں آؤ اور تلاش کرو، جو چیز جہاں گری ہے، قانون خداوندی ہے، عقل کا فیصلہ ہے وہ چیز وہیں ملے گی۔

تم نے دل کی دنیا میں یقین کھویا، تم نے دل کی دنیا میں انسان کی محبت کھوئی، تم نے دل کی دنیا میں ایمان کھویا، تم نے دل کی دنیا میں انسان پر اعتماد کھویا، تم نے دل کی دنیا میں خدا کی محبت کھوئی، اب تم اس کو باہر تلاش کر رہے ہو، تم اس کو اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر تلاش کر رہے ہو، تم اس کو سیاسی کانفرنسوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اس کو سیاسی پارٹیوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اس کو یونیورسٹیوں کے ایوانوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اس کو کتب خانوں کے گوشوں میں تلاش کر رہے ہو، خدا کا قانون ہے خدا کی غیرت کا فیصلہ ہے کہ جو چیز جہاں کھوئی ہے وہیں ملے گی، یہ کھوئی ہوئی چیز جسے تم نے دل میں کھویا ہے اور تم جانتے ہو کہ تم نے کھویا ہے، تمہیں یاد ہے وہ دن جس دن تم نے کھویا تھا تمہیں وہ گھڑی یاد ہے جس دن تم نے اس کو کھویا تھا، وہ چیز جب گری تھی اس کی آواز آئی تھی، شیشہ گرتا ہے تو اس کی چھنک پیدا ہوتی ہے، وہ ایسی چیز نہ تھی کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ریت میں گر کر کھو گئی ہو اور آواز نہ آئی ہو، اس کی رسید آئی، اس نے اعلان کیا کہ میں جا رہی ہوں، ایمان جب کھویا تم کو معلوم ہے، اس کی صدائے بازگشت تمہارے کانوں میں آئی، محبت جب کھوئی تو اس کی آواز آئی، اس نے پکارا، اس نے تم کو دہائی دی کہ میں جا رہی ہوں، نبوت کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو تم کو احساس ہوا اور بتانے والوں نے بتایا، تم نے سنی ان سنی کر دی۔

یورپ کے داناؤ، یورپ کے لال بجھکڑو، تم نے اس وقت ایسا شور مچا رکھا تھا، ایسی گھنٹیاں بجا رکھی تھیں ایسے ناقوس بجا رکھے تھے، ایسے جنگ کے گھنٹے بجا رکھے تھے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی عطا کی ہوئی چیز کھوئی تھی اور زمین پر گر کر اس نے آوازی دی تھی تو تم نے اس کی آواز نہیں سنی، لیکن مسلمان تم کو بتاتا ہے کہ وہ چیز تم نے کہاں کھوئی، ڈھونڈھنے والوں کو وہیں ملے گی، آب حیوان کا چشمہ وہیں ملتا ہے جہاں ہوتا ہے، ہزار دریا سہی، سمندر سہی راوی و چناب سہی اور گنگا و جمنا سہی لیکن آب حیوان کا چشمہ تاریکیوں میں ملے گا، انہی تاریکیوں میں جانا پڑے گا، پہلے تاریکیاں پڑیں گی پھر آب حیوان کا چشمہ ملے گا۔

اب دنیا کا کوئی علاج نہیں سننے والے سن لیں، لکھنے والے لکھ لیں، یاد کرنے والے یاد کر لیں کہ اب دنیا کا کوئی علاج نہیں ہے، علاج صرف یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا جائے اور پھر وہ چراغ بھی روشن کیا جائے جس سے دل کی کھوئی ہوئی چیز ملے، دل کا سراغ ہو چکا، دل تک پہنچنے کا راستہ کسی کے پاس نہیں، افسوس یہ ہے کہ راستہ نہیں، دل تک پہنچنے کا راستہ بہت نازک ہے، یہ بہت پتلی گلی ہے مگر راستہ وہی ہے سن لو کہ دماغ ہفت زبان ہے، لیکن دل یک زبان، دماغ انگریزی جانتا ہے، دماغ فرانسیسی جانتا ہے، دماغ عربی جانتا ہے اعلیٰ تقریریں کرو، لطیف نکتے پیدا کرو، بلند سے بلند فلسفیانہ بحثیں کرو، لیکن دل ایک زبان جانتا ہے، دل انصاف کی

www.abulhasanalinadwi.org

زبان جانتا ہے، دل محبت کی زبان جانتا ہے، دل نہیں سمجھے گا، فلسفوں سے نہیں سمجھے گا، باریکیوں سے نہیں سمجھے گا، سائنس سے نہیں سمجھے گا، دل تو ایک ایمان کی زبان جانتا ہے، خدا کا نام لو تو دل جاگ اٹھے گا، خدا کے نام سے پکارو، دل دوڑ پڑے گا۔ خدا کے نام کی دہائی دو، دل سب کچھ نچھاور کر دے گا اور جب دل تیار ہو جائے گا تو پھر کسی چیز کی کمی نہیں وسائل کی کمی نہیں، طاقت کی کمی نہیں، تنظیم کی کمی نہیں، دولت کی کمی نہیں، دانائی کی کمی نہیں، سب قدموں کے نیچے ہیں، لیکن دل کو جگا لو اور دل کو ایک مرتبہ خیر کے راستہ پر ڈال دو اور دل میں انسان کی محبت پیدا کر دو، دل کی اس اوسر و بنجر زمین میں پھر صلاحیت پیدا کرو، اور وہ صلاحیت پیدا نہ ہوگی جب تک اپنے سفلی اغراض و مقاصد کی کھاد اس میں نہ ڈالو، یہ تمہاری دولت پرستی، یہ تمہاری جاہ پرستی، یہ تمہاری غرض پرستی، یہ تمہاری حکومت پرستی، یہ کھاد ہے دل کی، جب اس کو کھاد بنا کر زمین پر ڈالو گے تو دل کی کھیتی خزانہ اگلے گی پھر خلوص پیدا ہوگا، کھاد ہوگی ان سفلی چیزوں کی تم نے دیکھا ہے کہ کھاد ہمیشہ گندی ہوتی ہے، مگر کھاد سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ کیسی لطیف و نظیف ہوتی ہے، جب اغراض کی کھاد غلط مقاصد کی، انسانیت دشمنی کی کھاد جاہ پرستی کی کھاد، حکومت پرستی کی کھاد ڈالو گے تو اس سے خلوص برآمد ہوگا، اس سے صداقت برآمد ہوگی، اس سے انصاف برآمد ہوگا، اس سے انسانیت کی فلاح کی طلب برآمد ہوگی اور پھر دنیا میں بہار آئے گی اور یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کاروانِ زندگی

سات جلدوں پر مشتمل کتاب

ایک معلم، مصنف، مؤرخ وداعی کی
سرگزشتِ حیات، جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات
وتجربات، احساسات وتأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام
کے واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل
اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ وسبق آموز "آپ بیتی"
اور ایک مؤرخانہ وحقیقت پسندانہ "جگ بیتی" بن گئی ہے۔ اور چودھویں
صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگزشت کا اہم
باب محفوظ ہوگیا ہے، جس میں مؤرخین بیش قیمت فائدہ اور
دینی وعلمی کام کرنے والے روشنی اور رہنمائی حاصل
کرسکتے ہیں۔

مکتبہ اسلام ۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org